اسلام

کے بنیادی عقیدے



اسلام کے بُنیادی عقائد کی معلومات پر مشتمل تحریر

اِسلام کے بُنیادی عَقیدے

پیش کش:

مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیۃ (دعوتِ اسلامی)

(شعبہ اصلاحی کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب : اسلام کے بُنیادی عقیدے

پیش کش : مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّۃ (شعبہ اصلاحی کتب)

سنِ طباعت : جُمادَی الْاُوْلٰی ۱۴۳۷ھ، مارچ 2015ء

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضانِ مدینہ باب المدینہ کراچی

تصدیق نامہ

تاریخ: ۲ جمادَی الاُولیٰ ۱۴۳۷ھ حوالہ: 201

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

"اسلام کے بنیادی عقیدے"

(مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلسِ تفتیشِ کتب ورسائل کی جانب سے نظرثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے عقائد، کفریہ عبارات، اخلاقیات، فقہی مسائل اور عربی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر ملاحظہ کرلیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تفتیشِ کتب ورسائل (دعوتِ اسلامی)



22-2-2015

E.mail: ilmia@dawateislami.net
www.dawateislami.net

فہرس

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

”اسلام کے بنیادی عقیدے“ کے اٹھارہ حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ”18 نیّتیں“

فرمانِ مصطفٰی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم: نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ یعنی مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (معجم کبیر للطبرانی، ٦/١٨٥، حدیث: ٥٩٤٢)

دو مَدَنی پھول: ﴿1﴾ بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

﴿2﴾ جتنی اچھی نیّتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زیادہ۔

﴿1﴾ ہر بار حَمد و ﴿2﴾ صلوٰۃ اور ﴿3﴾ تعوُّذ و ﴿4﴾ تَسمِیہ سے آغاز کروں گا (اسی صَفْحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہو جائے گا) ﴿5﴾ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالَعہ کروں گا ﴿6﴾ حتَّی الوَسْع اِس کا باوُضُو اور ﴿7﴾ قِبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿8﴾ قرآنی آیات اور ﴿9﴾ اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا ﴿10﴾ جہاں جہاں "اللّٰہ" کا نامِ پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور ﴿11﴾ جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پڑھوں گا ﴿12﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) یادداشت والے صفحہ پر ضروری نکات لکھوں گا ﴿13﴾ (اپنے ذاتی

نسخے پر) عندالضرورت (یعنی ضرورتاً) خاص خاص مقامات پر اَنڈر لائن کروں گا ﴿14﴾ کتاب مکمَّل پڑھنے کے لیے بہ نیّتِ حُصولِ علمِ دین روزانہ کم از کم چار صفحات پڑھ کر علمِ دین حاصل کرنے کے ثواب کا حقدار بنوں گا ﴿15﴾ دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا ﴿16﴾ اس حدیث پاک "تَهَادَوْا تَحَابُّوْا" ایک دوسرے کوتحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی (مؤطا امام مالك ۴۰۷/۲،حدیث : ۱۷۳۱) پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسب توفیق تعداد میں) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا ﴿17﴾ اس کتاب کے مطالَعے کا ساری اُمّت کو ایصالِ ثواب کروں گا ﴿18﴾ کتابت وغیرہ میں شَرعی غلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا (ناشِرین ومصنّف وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)۔

اچھی اچھی نیّتوں سے متعلق رَہنمائی کیلئے، امیرِ اہلسنّت دامت بَرَکاتُھُمُ الْعَالِیَۃُ کا سنتوں بھرا بیان "نیّت کا پھل" اور نیتوں سے متعلق آپ کا مرتب کردہ رسالہ "ثواب بڑھانے کے نسخے" مکتبۃ المدینہ کی کسی بھی شاخ سے ہدِیّۃً حاصِل فرمائیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

المدینة العلمیة

از: شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا

ابو بلال **محمد الیاس عطّار** قادِری رَضَوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّم

تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **"دعوتِ اسلامی"** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ عِلمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سر انجام دینے کے لئے مُتَعَدَّد مجالس کا قیامِ عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک **مجلس** " المدینة العلمیة " بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلَماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَ ھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

﴿۱﴾ شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ ﴿۲﴾ شعبۂ درسی کُتُب
﴿۳﴾ شعبۂ اصلاحی کُتُب ﴿٤﴾ شعبۂ تراجمِ کتب
﴿۵﴾ شعبۂ تفتیشِ کُتُب ﴿٦﴾ شعبۂ تخریج

" المدینة العلمیة " کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدّدِ دین ومِلّت، حامیِ سنّت، ماحیِ

بِدعت، عالمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر و بَرَکت، حضرتِ علامہ مولانا الحاج الحافِظ القاری شاہ **امام اَحمد رَضا خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔تمام اسلامی بھائی اوراسلامی بہنیں اِس عِلمی ،تحقیقی اوراشاعتی مدنی کام میں ہرممکن تعاون فرمائیں اورمجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خودبھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کوبھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ **''دعوتِ اسلامی''** کی تمام مجالس بَشُمُول **''المدینۃ العلمیۃ''** کودن گیارہویں اوررات بارہویں ترقّی عطافرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیرکوزیورِاخلاص سے آراستہ فرماکر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت،جنّتُ البقیع میں مدفن اورجنّتُ الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم



رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

پیش لفظ

اس رُوئے زمین پر مختلف مَذاہِب اوراَدیان کے ماننے والے آباد ہیں جواپنی اپنی تہذیب اوراعتِقاد کے مطابق زندگی گزاررہے ہیں لیکن خالقِ کائنات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہِ عالیہ میں مقبول دین " اسلام " ہے چنانچہ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (پ۳،اٰل عمران:۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ (پ۳،اٰل عمران:۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔

سابقہ تمام انبیاعَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بھی اسی دین اسلام پر تھے چنانچہ مُفسرِشہیر،صَدرُالْاَفاضِل مولانا سید محمد نعیم الدین مُرادآبادی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْهَادِی آیت:

وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ (پ۳،اٰل عمران:۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور آپ گواہ ہوجائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

کے تحت فرماتے ہیں: اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انبیا(عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام)

کا دین اسلام تھا نہ کہ یہودیت ونصرانیت۔

ان تمام جَلِیْلُ الْقَدر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام نے لوگوں کو ایک اللہ پر ایمان لانے اور اسی کی عبادت بجالانے کی دعوت دی۔ سب سے آخر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب حضرت سیدنا محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مَبْعُوث فرمایا اور ان پر قرآنِ پاک نازل فرمایا اور انہیں اَخلاقِ حَسَنہ کا بہترین نمونہ بنایا اب رہتی دنیا تک قرآنِ پاک اور آپ کی سنت ہی دین کی بنیاد ہیں۔

اسلام ایک فِطری اور آفاقی دین ہے اور انسانیت کے لیے کامل ہدایت ہے اس کی تعلیمات اور اَحکام خالقِ کائنات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نازل کردہ ہیں لہٰذا اِنہیں پرعمل پیرا ہوکر دونوں جہان میں کامیابی ممکن ہے۔ ہر ایک کو چاہیے کہ اسلامی تعلیمات سیکھے اور اپنے عقائد، عبادات، مُعاملات اور اَخلاقیات وغیرہ میں اگر کچھ کوتاہی پائے تو اسلام کی روشنی میں اس کوتاہی کو دور کرے اور مکمل طور پر اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق زندگی گزارنے میں کوشاں رہے۔

زیرِنظر کتاب میں اسلامی عقائد کو آسان انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اِختِصار کے ساتھ ارکانِ اسلام پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخری ابواب میں اسلامی اَحکامات وتعلیمات سے متعلق مختلف سوالات قائم کرکے ان کے عام فہم جوابات دیئے گئے ہیں اور اس ضمن میں جابجا قرآنی آیات اور احادیث نبوی بھی نقل فرمائی ہیں۔ ہر ایک کے لیے اس کا مطالعہ مفید ہے۔ اس سے قبل یہ کتاب مکتبۃ المدینہ سے انگریزی میں welcome to islam کے نام سے شائع ہوچکی ہے اور اب اردو میں، شیخ طریقت

امیرِ اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطاؔر** قادِری رَضَوی دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَۃ کی بارگاہ سے عطا کردہ "اسلام کے بنیادی عقیدے" کے نام سے شائع کی جارہی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! مجلس "المدینۃ العلمیۃ" یہ کتاب درجِ ذیل خُصُوصیات سے مُزَیَّن کر کے بہتر انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہی ہے:

☆......"المدینۃ العلمیۃ" کے انداز کے مطابق اس کتاب کو بھی زیورِ تخریج سے آراستہ کرتے ہوئے احادیث وروایات کی مَقْدُور بھر تخریج کا اہتمام کیا گیا ہے۔

☆......جن کُتُب سے تخریج کی گئی ہے آخر میں ان تمام کی فہرست "مآخذ ومَراجع" کے نام سے بنائی گئی ہے اوراس فہرست میں مُصَنِّفِین ومُؤَلِّفِین کے نام مع سنِ وَفات، مَطابِع اورسنِ طَباعت بھی ذکر کردیئے گئے ہیں۔

☆......جابجا مشکل الفاظ پر اعراب بھی لگائے گئے ہیں۔

☆......آیات میں قُرآنی رَسْمُ الْخَط (خطِ عثمانی) برقرار رکھنے کے لیے تمام آیات ایک مخصوص قُرآنی سافٹ ویئر سے (Corel Draw کے ذریعے) پیسٹ کی گئی ہیں۔

☆......آیاتِ قرانی کا ترجمہ کنزالایمان سے پیش کیا گیا ہے۔

☆......آیات وتَراجِم کا تَقابُل "کنزالایمان" (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) سے دومرتبہ کیا گیا ہے۔

☆......علاماتِ ترقیم (Punctuation Marks) یعنی کاما، فل اسٹاپ، کالن، انورٹڈ کاماز (Inverted Commas) وغیرہ کا ضرورتاً اہتمام کیا گیا ہے۔

☆......کتاب کوخوبصورت بنانے کے لیے ہیڈنگز(Headings)،قرآنی آیات،بعض عبارات،نمبرنگ اور بارڈر وغیرہ کی ترکیب ڈیزائننگ سافٹ ویئرCorel Drawکے ذریعے کی گئی ہے۔

☆......دومرتبہ پوری کتاب کی پروف ریڈنگ کی گئی ہے۔

اس کام میں آپ کو جو خوبیاں نظر آئیں یقیناً وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عنایت سے ہیں اور علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام بالخصوص شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّارؔ قادری ضیائی مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی کے فیضان کا صدقہ ہیں اور باوجود احتیاط کے جو خامیاں رہ گئیں انہیں ہماری طرف سے نادانستہ کوتاہی پر محمول کیا جائے۔ قارئین خصوصاً علماء کرام دَامَتْ فُیُوْضُھُمْ سے گزارش ہے اگر کوئی خامی آپ محسوس فرمائیں یا اپنی قیمتی آراء اور تجاویز دینا چاہیں تو ہمیں تحریری طور پر مُطَّلع فرمائیے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی رضا کے لیے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعوتِ اسلامی کی مجلس" المدینۃ العلمیۃ "اور دیگر مجالس کو دن گیارہویں رات بارہویں ترقی عطا فرمائے۔ اٰمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم .

شعبہ اِصلاحی کتب

مجلس المدینۃ العلمیۃ

اللّٰہ تعالٰی پر ایمان

مسلمان ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیت کو مانے اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نُبوت ورِسالت کو مانے۔

اللّٰہ تعالٰی ایک ہے، اس کی خدائی میں، اس کے کاموں میں، اس کے اَحکام میں اوراس کے اَسماء میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ وَاجِبُ الْوُجُود ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اس کا وجود ضروری ہے اور عَدَم مُحال ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، صرف اللّٰہ ہی غیر محدود تعریفوں، مَحبتوں اور عبادت کا حق دار ہے۔

اللّٰہ تعالٰی کسی کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہر شے اللّٰہ تعالٰی کی محتاج ہے۔

اللّٰہ تعالٰی کی ذات کا عقل کے ذریعے سے اِحاطہ نہیں کیا جاسکتا، وہ ہمارے خیال اور سمجھ سے وَراء ہے، عقل، دانائی اور حکمت ان ذرائع سے اللّٰہ تعالٰی کی عظیم ذات کو جاننا ممکن نہیں ہے، وہ خیالات سے وَراء ہے، وہ کسی حد میں محدود نہیں ہے۔

کسی چیز کو تصور میں تب ہی لایا جاسکتا ہے جب اس کی کوئی طے شدہ شکل وصورت ہو اور اللّٰہ تعالٰی شکل وصورت سے پاک ہے، لامحدود ہے اور ہر پابندی سے آزاد ہے، لہٰذا عقل میں اس کی کوئی بھی شکل وصورت بٹھانا ممکن نہیں ہے، البتہ اللّٰہ تعالٰی کی مخلوق پر غور اور تَدَبُّر کرنے سے اور اس کے ساتھ ساتھ اللّٰہ تعالٰی کی دی ہوئی نعمت عقل کو استعمال

کرنے سے اللہ تعالیٰ کے وجود کی مَعْرِفَت ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ ہی اس کی کوئی بیوی ہے، جو یہ مانے یا کہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا باپ ہے یا بیٹا ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارِج ہے۔

اللہ تعالیٰ سارے کمالات کا جامع ہے، ہر ناپاکی، عیب، ظُلْم، بداَخلاقی اور بے حیائی کے کاموں سے پاک ہے، کسی نَقْص، کوتاہی یا کمزوری کا اس کی ذات میں پایا جانا بالکل ناممکن ہے۔

جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، بدتمیزی، وحشت، جہالت، بے رحمی اور اس جیسی دیگر مذموم چیزیں اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ وقت، جگہ اور سَمْت کی حدود سے، شکل وصورت اور ہر وہ چیز جو مخلوق سے مُشابہت رکھتی ہے اس سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کو دنیا میں دیکھنا یہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ خاص ہے۔[1]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کا جاگتے ہوئے سر کی آنکھوں سے دیدار کیا۔[2]

باقی انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام نے مُراقَبَہ یا خواب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔[3]

روایت ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے خواب میں سو 100 سے

---

1 ...... بہارشریعت حصہ ۱، ۱/ ۲۰

2 ...... بہارشریعت، حصہ ۱، ۱/ ۶۸

3 ...... بہارشریعت حصہ ۱، ۱/ ۲۱

زیادہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء عَلَیْھِمُ السَّلَام کے علاوہ بعض اولیاء اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن کو بھی خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مَالِکُ الْمُلْک یعنی سب سے بڑا بادشاہ ہے، وہ جو چاہے جب چاہے جیسے چاہے اپنی مرضی سے کرتا ہے کسی کا اس پر قبضہ یا تَسَلُّط نہیں ہے اور کوئی اس کے ارادہ سے اُسے پھیر نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند وہ سارے جہانوں کو ہمیشہ دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ کبھی تھکتا ہے اور نہ اداس ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اس کائنات کی حفاظت کرنے والا نہیں، وہ سب سے زیادہ برداشت کرنے والا، خیال رکھنے والا، اور ماں باپ سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے، اس کی رحمت ٹوٹے ہوئے دلوں کا چین ہے، ساری شانیں اور عظمتیں صرف اسی کے لیے ہیں۔[2]

نبوت پر ایمان

مسلمان کے لیے انبیاء عَلَیْھِمُ السَّلَام کی صفاتِ حمیدہ کو ماننا ایسے ہی ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات کو ماننا ضروری ہے، نبوت کے بارے میں اتنا اور صحیح علم ضروری ہے کہ جس کی وجہ سے اَنبیاء عَلَیْھِمُ السَّلَام کی طرف غَلَط باتیں منسوب کرنے، غَلَط عقیدے اِختیار کرنے اور ان کی عظمت و مرتبہ کے خلاف کچھ کہنے یا سننے سے بچ سکیں۔

1 ......منح الروض الازهر، ص۱۲۴ و بہارشریعت حصہ۱، ۲۱/۱

2 ......بہارشریعت حصہ۱، ۲۲/۱ ماخوذاً

انبیاء علیہم السلام سب انسان تھے

نبی ایک ایسا انسان ہے جس پر انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَحْی نازل ہوتی ہے، ایسے انسان کو اللہ کا رسول بھی کہتے ہیں۔

جتنے بھی نبی تشریف لائے سب کے سب انسان اور مرد تھے، کسی عورت کو کبھی بھی نبی کے مرتبے پر فائز نہیں کیا گیا، اللہ تعالیٰ پر یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کو بھیجے۔ بہر حال یہ اس کا حد دَرَجہ کرم اور اس کی مہربانی ہے کہ اس نے انسان کی ہدایت کے لیے نبیوں کو بھیجا، نبی صرف وہی ہوتا ہے جس پر وَحْی نازل ہوتی ہے، وہ وَحْی چاہے فرشتے کے ذریعے سے ہو یا کسی اور ذریعے سے۔[1]

اللہ تعالیٰ کے چند معزز نبیوں کے اسماء

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے وَقْتاً فَوَقْتاً آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے لے کر حضرت محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک بہت سے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کو بھیجا، بعض کے نام قرآنِ پاک میں وضاحت کے ساتھ بیان ہوئے اور بعض کے بیان نہیں ہوئے، وہ انبیاء جن کے تذکرے قرآنِ پاک میں ہیں ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

﴿1﴾......آدم عَلَیْہِ السَّلَام[2] ﴿2﴾......اِدْرِیس عَلَیْہِ السَّلَام[3]

﴿3﴾......نُوح عَلَیْہِ السَّلَام[4] ﴿4﴾......ہُود عَلَیْہِ السَّلَام[5]

---

1 ...... بہار شریعت، حصہ ۱، ۱/ ۶۸ ماخوذاً 2 ......پ ۱، البقرۃ: ۳۱

3 ......پ ۱۶، مریم: ۵۶ 4 ......پ ۱۹، الشعراء: ۱۰۶ 5 ......پ ۱۹، الشعراء: ۱۲۴

﴿5﴾......صالح عَلَیْہِ السَّلَام[1] ﴿6﴾......ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام[2]

﴿7﴾......اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام[3] ﴿8﴾......اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام[4]

﴿9﴾......لُوط عَلَیْہِ السَّلَام[5] ﴿10﴾......یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام[6]

﴿11﴾......یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام[7] ﴿12﴾......شُعَیب عَلَیْہِ السَّلَام[8]

﴿13﴾......اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام[9] ﴿14﴾......موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام[10]

﴿15﴾......ہارون عَلَیْہِ السَّلَام[11] ﴿16﴾......ذُوالْکِفْل عَلَیْہِ السَّلَام[12]

﴿17﴾......داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام[13] ﴿18﴾......سُلَیْمان عَلَیْہِ السَّلَام[14]

﴿19﴾......زَکَرِیَّا عَلَیْہِ السَّلَام[15] ﴿20﴾......یَحْیٰ عَلَیْہِ السَّلَام[16]

﴿21﴾......یُونُس عَلَیْہِ السَّلَام[17] ﴿22﴾......اِلیاس عَلَیْہِ السَّلَام[18]

﴿23﴾......اَلْیَسَع عَلَیْہِ السَّلَام[19] ﴿24﴾......عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام[20]

1......پ١٩، الشعراء:١٤٢ 2......پ٦، النساء:١٦٣

3......پ٦، النساء:١٦٣ 4......پ٦، النساء:١٦٣

5......پ١٩، الشعراء:١٦١ 6......پ٦، النساء:١٦٣

7......پ١٢، یوسف:٤ 8......پ١٩، الشعراء:١٧٧

9......پ٦، النساء:١٦٣ 10......پ٩، الاعراف:١٠٤

11......پ٦، النساء:١٦٣ 12......پ١٧، الانبیاء:٨٥

13......پ٦، النساء:١٦٣ 14......پ٦، النساء:١٦٣

15......پ١٦، مریم:٧ 16......پ١٦، مریم:٧

17......پ٦، النساء:١٦٣ 18......پ٢٣، الصافات:١٢٣

19......پ٧، الانعام:٨٦ 20......پ٦، النساء:١٦٣

﴿25﴾......عُزَیر عَلَیْہِ السَّلَام[1] اور

﴿26﴾......سارے نبیوں کے سردار حضرت محمد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم[2]

انبیا کی تعداد

اَنبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی تعداد یقین کے ساتھ مُتَعَیَّن کرنا درست نہیں کیونکہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی تعداد کے معاملہ میں روایات مختلف ہیں لہٰذا محفوظ طریقہ یہ ہے کہ انسان یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کو انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا۔

فرشتوں پر ایمان

فرشتے نہ مرد ہیں اور نہ عورت، نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، وہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور اُنہیں یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ کوئی بھی شکل وصورت اختیار کرلیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے، ہر فرشتے کے ذمہ کوئی نہ کوئی کام ہے، کچھ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے نبیوں کی طرف وحی لاتے ہیں، کچھ کی ذمہ داری بارش برسانا ہے، کچھ مخلوق تک رزق پہنچانے کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں، کچھ فرشتے ماں کے پیٹ میں بچے کی شکل وصورت بناتے ہیں اور کچھ انسانی جسم میں آنے والی تبدیلیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں، کچھ فرشتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ جاندار چیزوں

1 ......پ ۱۰، التوبۃ: ۳۰

2 ......پ ۲۲، الاحزاب: ۴۰ و بہارشریعت، حصہ ۱، ۴۸/۱ ماخوذاً

کی اُن کے دشمنوں سے اور سخت خطرات سے حفاظت کریں اور کچھ فرشتے گھوم پھر کر ایسی محافل میں شامل ہوتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا ذِکْر اور حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذِکْر ہوتا ہے، کچھ فرشتے حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں دُرودوسلام پڑھنے والوں کا دُرودوسلام پیش کرتے ہیں اور کوئی وہ ہے جو قیامت کے دن سے پہلے صُور پھونکے گا۔[1]

حضرت سیدنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سب فرشتوں کے سردار ہیں، ان کا خطاب رُوحُ الْاَمِین ہے، انہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں چوبیس ہزار مرتبہ حاضری دی ہے۔[2]

اِسی طرح آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس بارہ مرتبہ، اِدْرِیس عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس چار مرتبہ، نُوح عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پچاس مرتبہ، ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس بیالیس مرتبہ، اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس تین مرتبہ، یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس چار مرتبہ، موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس چار سو مرتبہ اور عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس دس مرتبہ حاضری دی ہے۔[3]

دیگر مُعَزَّز فرشتوں میں سے سیدنا میکائیل، سیدنا اِسرافیل اور سیدنا عِزْرائیل عَلَیْہِمُ السَّلَام ہیں، سیدنا عِزْرائیل عَلَیْہِ السَّلَام موت کے فِرِشتے ہیں، پھر کچھ اور فرشتے ہیں جو عَرْش اور کرسی کو اٹھائے ہوئے ہیں، فرشتوں کی اپنی کوئی رائے یا اپنے عقلی فیصلے نہیں ہوتے،

---

1 ......بہارِ شریعت، حصہ ۱، ۱/ ۹۰ ماخوذاً

2 ......تفسیر روح البیان، پ ۱۹، الشعراء، تحت الآیة: ۱۹۳، ۶/ ۳۰۶

3 ......تفسیر السراج المنیر، ۱/ ۱۲۰ (لیس فیه ذکر ایوب و یعقوب علیهما السلام)

وہ پیدا ہی مَحْض اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کے لیے کیے گئے ہیں، وہ کیوں، کیسے، کیا، اس طرح کے سوال اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہیں پوچھتے وہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی اِطاعت میں رہتے ہیں۔

دو فرشتے ہمیشہ انسان کے ساتھ اس کے دونوں کندھوں پر ہوتے ہیں، ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں، وہ اچھے بُرے اَعمال لکھتے ہیں، دوسرے دو مشہور فرشتے مُنکَر اور نکیر ہیں، مَیِّت کو دفنا دینے کے بعد یہ فرشتے مَیِّت سے ایمان کے متعلق تین سوال پوچھتے ہیں:

سوال نمبر۱: تیرا رب کون ہے؟

سوال نمبر۲: تیرا دین کیا ہے؟

سوال نمبر۳: اس ذات کے بارے میں تو کیا کہا کرتا تھا؟ (حضرت محمد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)۔



ایک دوسری طاقتور مخلوق جس کو جِنّ کہا جاتا ہے یہ آگ سے بنائے گئے ہیں، کچھ ایسے ہیں کہ وہ کوئی بھی شکل وصورت اختیار کر سکتے ہیں، ان کی زندگیاں بہت لمبی ہوتیں ہیں اور کچھ چیزیں ان کی انسانوں کی طرح ہوتی ہیں جیسے عقل اور روح، وہ کھاتے، پیتے، شادیاں کرتے ہیں اور ان کی بھی اولاد ہوتی ہے، انسانوں کی طرح اِنتقال بھی کرتے ہیں، اُن میں مسلمان بھی ہیں غیر مسلم بھی، صحیح العقیدہ بھی اور بد مذہب بھی، سب جنوں کو بُرا سمجھنا سختی سے منع کیا گیا ہے۔[1]

---

1 ...... بہارِ شریعت، ۱/۹۶، ماخوذاً

اللہ تعالٰی کی کتابوں پر ایمان

ساری آسمانی کتابیں سچی ہیں اور جو احکام اللہ تعالٰی نے ان میں دیئے ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے البتہ قرآنِ پاک کے علاوہ دیگر کتابوں میں تبدیلی اور تَحرِیف کی وجہ سے ان کی موجودہ عبارتوں پر سوالیہ نشان کھڑا ہو گیا ہے۔

اُن مُقَدَّس کتابوں کی حفاظت کا ذمہ ان کتابوں کے ماننے والوں کو دیا گیا تھا، بجائے اس کے کہ وہ لوگ کتابوں کو سینوں اور تختیوں میں محفوظ کرتے کتابوں میں تبدیلیاں کرنے لگ گئے، نتیجہ یہ نکلا کہ ان کتابوں سے اعتماد اٹھ گیا کیونکہ وہ ایسی نہ رہیں جیسے نازل ہوئی تھیں۔

لوگوں نے اپنے مَفاد کی خاطر ان کتابوں کے الفاظ، حُروف اور معانی تبدیل کر دیئے اور اپنی خواہشات کے مطابق کتابوں میں کمی بیشی کر ڈالی، آسمانی کتابوں میں اس طرح کی تبدیلی کو تَحرِیف کہتے ہیں، اس لیے مناسب یہ ہے کہ جب ہمارے سامنے کوئی ایسی چیز آئے کہ جس کا ذکر پچھلی کتابوں میں ہے ہم اسے صرف اس صورت میں قبول کریں گے کہ وہ قرآن پاک کے ساتھ مُطابَقت رکھتی ہو، لیکن اگر وہ چیز قرآن پاک کی تعلیمات سے ٹکراتی ہے تو اس کو تَحرِیف کا نتیجہ سمجھیں گے۔

لہٰذا اگر پچھلی کتابوں کے حوالے سے کوئی چیز ہمارے سامنے آئے تو وہ چیز قرآن پاک سے مُطابَقت رکھتی ہے یا نہیں اس کی تحقیق کیے بغیر ہم نہ تو فوراً اُسے قبول کر لیں اور نہ ہی انکار کریں، اس مُعامَلہ میں احتِیاط کا دامن پکڑے رہنا بہت ضروری ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے

اللہ تعالیٰ نے کئی مُقدّس کتابیں اور صحیفے اپنے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلام کے ذریعے سے انسانوں کو عطا فرمائے، ان میں سے چار کتابیں بہت زیادہ مشہور ہیں:

﴿1﴾......**تورات:** حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر اتاری گئی۔

﴿2﴾......**زَبُور:** حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلام پر اتاری گئی۔

﴿3﴾......**اِنْجیل:** حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر اتاری گئی۔

﴿4﴾......**قرآنِ مجید:** خاتَمُ الانبیاء والرُّسُل حضرت محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اتارا گیا۔

اللّٰہ تعالیٰ کے کلام ہونے کی حیثیت سے ان کتابوں میں مرتبے کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، کلامِ الٰہی ہونے کے حوالے سے سب کتابیں برابر ہیں البتہ قرآنِ مُقدّس حصولِ ثواب کے حوالے سے سب کتابوں میں عظیم ہے۔[1]

موت اور قَبْر

جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو اس حالت کو موت کہتے ہیں، ہر ایک نے مرنا ہے، موت سے کسی کو کوئی چیز نہیں بچا سکتی، ہر ایک کے لیے موت کا وقت مُتَعَیَّن ہے، کوئی بھی چیز اس کو مُؤخَّر نہیں کر سکتی، جب کسی کی زندگی ختم ہو رہی ہوتی ہے تو عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام آ کر اس کی روح نکال لیتے ہیں، جب مرنے والا شخص اپنے دائیں بائیں

1 ......بہار شریعت حصہ۱، ۱/۲۹ ماخوذاً

دیکھتا ہے تو اسے ہر طرف فرشتے نظر آتے ہیں، رحمت کے فرشتے مسلمان کے پاس آتے ہیں اور عذاب کے فرشتے کافر کے پاس آتے ہیں، مسلمان کی روح کو رحمت کے فرشتے آسانی اور عزت کے ساتھ نکالتے ہیں اور کافر کی رُوح بڑے دَرد اور بے حُرمتی کے ساتھ نکالی جاتی ہے۔[1]

جب کوئی قبروں کی زیارت کے لیے جاتا ہے، رُوحیں اس شخص کو دیکھتی پہچانتی ہیں اور جو وہ کہتا ہے اس کو سنتی بھی ہیں بلکہ روحیں تو زائرین کے قدموں کی آہَٹ بھی سنتی ہیں۔[2]

تدفین کے بعد کیا ہوتا ہے؟

جب انسان کو دفن کر دیا جاتا ہے تو قَبْر تنگ ہو کر مَیِّت کو دباتی ہے، مسلمان کو ایسے دباتی ہے جیسے ماں اپنے بچے کو گلے سے لگا کر زور سے دباتی ہے۔[3] اور کافر کو اس طرح دباتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوَسْت ہو جاتی ہیں۔[4]

جب لوگ دفنا کر واپس جانے لگتے ہیں تو مَیِّت ان کے قدموں کی آہٹ سنتی

---

1 ...... كنز العمال، كتاب الموت، فصل تلقين المحتضر، الجزء ١٥، ٨/٢٣٨، حديث: ٤٢١٦٢ ماخوذاً

2 ...... كنز العمال، كتاب الموت، فصل فى زيارة القبور، الجزء ١٥، ٨/٢٧٢، حديث: ٤٢٥٤٩ ماخوذاً وص ٢٥٤، حديث: ٤٢٣٧٢

3 ...... شرح الصدور، ذكر تخفيف ضمة القبر على المؤمن، ص ٣٤٥

4 ...... مسند امام احمد، مسند انس بن مالك بن النضر، ٤/٢٥٣، حديث: ١٢٢٧٣ و مصنف عبد الرزاق، كتاب الجنائز، باب الصبر والبكاء والنياحة، ٣/٣٧٦، حديث: ٦٧٣١

ہے۔[1] اس وقت دو فرشتے جن کے نام مُنکَر اور نکیر ہیں اپنے لمبے دانتوں سے زمین کو چیرتے پھاڑتے ہوئے قبر میں آتے ہیں، اُن کی شکلیں بہت ڈراؤنی اور خوفناک ہوتی ہیں، ان کے جسموں کے رنگ کالے اور ان کی آنکھیں نیلی اور بہت بڑی بڑی ہوتیں ہیں گویا کہ ان کی پیشانیوں سے باہر نکلتی ہوئی معلوم ہوں گی، اُن سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے، ان کے بال بہت خوفناک اور سر سے پاؤں تک لمبے ہوں گے، اُن کے دانت بھی بہت لمبے ہوں گے جس سے وہ زمین پھاڑ دیں گے، وہ مُردے کو سختی سے ہلا کر اٹھائیں گے اور بڑے مضبوط اور سخت لہجہ میں یہ تین سوال پوچھیں گے:

﴿1﴾......مَن رَّبُّکَ؟ (تیرا رب کون ہے؟)

﴿2﴾......مَا دِیۡنُکَ؟ (تیرا دین کیا ہے؟)

﴿3﴾......مَا کُنۡتَ تَقُوۡلُ فِیۡ حَقِّ هٰذَا الرَّجُل؟ (تم اِس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟) اگر مَیِّت مسلمان ہے تو اس کے مندرجہ ذیل جوابات ہوں گے:

﴿1﴾......رَبِّیَ اللّٰه (میرا رب اللہ ہے)

﴿2﴾......دِیۡنِیَ الۡاِسۡلَام (میرا دین اسلام ہے)

﴿3﴾......هُوَ رَسُوۡلُ اللّٰه (وہ اللہ کے رسول ہیں)

اب آسمانوں سے ایک آواز سنائی دے گی کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کے لیے جنت کا دستر خوان بچھا دو، اُسے جنّتی کپڑے پہننے کے لیے دے دو اور جنت کے دروازے اس کے لیے کھول دو۔ ٹھنڈی ہوا اور جنت کی خوشبو فضاء کو بھر دے

[1]......مسلم، کتاب الجنة ...الخ، باب عرض مقعد...الخ، ص ۱۵۳۵، حدیث: ۲۸۷۰

گی ، قبر کو وسیع کر دیا جائے گا۔[1]

فرشتے کہیں گے: دُلہن کی طرح سو جا جیسے وہ شبِ عُرُوس میں سوتی ہے۔[2]

یہ سب نیک مسلمانوں کے لیے ہوگا۔ گنہگار مسلمان اپنے گناہوں کے حساب سے عذاب دیئے جائیں گے، یہ عذاب ایک وقت تک کے لیے جاری رہے گا، جب کوئی مَیِّت کے لیے دعا کرے تو اُس دعا کے سبب مَیِّت سے عذاب دور ہو سکتا ہے یا پھر اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے مَیِّت کو بخش دے۔

اگر مَیِّت منافق (کافر) ہے تو وہ ان سوالوں کا جواب نہ دے سکے گا اور کہے گا: **ھَاہ! ھَاہ! لَااَدْرِی** یعنی افسوس میں کچھ نہیں جانتا، ایک بُلانے والا گرجدار آواز میں کہے گا: یہ جھوٹا ہے، جہنم کا دسترخوان اس کے لیے بچھا دو، اِسے جہنم کے آگ والے کپڑے پہننے کے لیے دو اور اس کے لیے جہنم کے دروازے کھول دو، دو فرشتے اُسے آگ کے بڑے بڑے ہتھوڑوں سے مار مار کر عذاب دیں گے، بہت سارے سانپ اور بچھو بھی اُسے ڈستے رہیں گے، مختلف عذابوں میں وہ مبتلا کیا جاتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے گا۔[3]

قِیامَت

مسلمان کیلئے اِس حقیقت پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ ہر ایک کی موت کا دن اور

1 ......الروض الفائق، فصل فی عذاب القبر للکفار، ص ۳۵۰

2 ...... ترمذی، کتاب الجنائز، باب عذاب القبر، ۳۳۸/۲،حدیث: ۱۰۷۳

3 ......مسند امام احمد،مسند الکوفیین،٤١٤/٦، حدیث:۱۸۵۵۹ ماخوذًا

وقت مُتَعَیَّن ہو چکا ہے، دنیا کی ہر شے ایک دن فنا ہونے والی ہے، اللہ تعالٰی کے حکم سے ایک دن یہ جہان ختم ہو جائے گا، وہی آخری دن کہلاتا ہے، اُسی کو قِیامت کہتے ہیں۔

روایت میں ہے کہ حضرت اِسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام عرش کے نیچے گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے صُور کو اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب اللہ تعالٰی کا حکم آئے اور وہ صُور پُھونکیں، پہلی بار صُور پُھونکنے سے پوری کائنات تباہ و برباد ہو جائے گی، زمین، آسمان، فرشتے، انسان اُس دن تباہ ہو جائیں گے صرف اللہ تعالٰی ہی ہمیشہ رہے گا۔ [1] لیکن قیامت کے آنے سے پہلے بہت سارے ایسے نشان ظاہر ہوں گے جس سے یہ پتا چل جائے گا کہ قِیامت نزدیک آ چکی ہے، کچھ نشانیاں ذِکْر کی جاتیں ہیں:

عِلم کا اُٹھ جانا:

عُلَمائے دین کے فوت ہو جانے کی وجہ سے آہستہ آہستہ عِلْم دین اُٹھ جائے گا، کچھ عُلَماء ہوں گے بھی لیکن ان کے دل و دماغ حقیقی علمِ دین سے خالی ہو چکے ہوں گے، اس وقت لوگوں کا ذہن دینی اور مذہبی نہیں رہے گا۔ [2]

---

1 ……درمنثور، پ۷، الانعام، تحت الایة :۷۳، ۳/۲۹۷ و پ۲٤، الزمر،تحت الایة:٦٨، ۷/۲٥٦ ماخوذًا

2 ……بخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، ۱/٥٤،حدیث: ۱۰۰ وفتح الباری، کتاب العلم، باب رفع العلم، ۲/۱٦۲ تحت الحدیث: ۸۰ ماخوذًا و عمدۃ القاری، کتاب العلم ، باب رفع العلم، ۲/۱۱٦، تحت الحدیث: ۸۰

جِنسی بِگاڑ:

جِنسی بِگاڑ میں ترقی ہوجائے گی، زِنا اور بدکاری عام ہوجائے گی۔[1]

بے حیائی اس حد تک پہنچ جائے گی کہ انسان جانوروں کی طرح سرِ عام جِماع کرے گا، عزت واحترام، اَخلاق وآداب جو کہ چھوٹوں کو بڑوں کے ساتھ جوڑے رکھتے ہیں یہ چیزیں خَتْم ہوجائیں گی۔[2]

مَردوں کی آبادی کم ہوجائے گی اور عورتوں کی آبادی بڑھ جائے گی یہاں تک کہ ایک مرد کے لیے پچاس عورتیں تعداد کے حساب سے ہوں گی۔[3]

جھوٹے نبی:

اگرچہ نُبُوت حضرت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَالِهٖ وَسَلَّم پر خَتْم ہوچکی پھر بھی کچھ لوگ نبوت کا دعویٰ کریں گے، کچھ جھوٹے نبی جن کو ہم جانتے ہیں ان کے نام یہ ہیں:

﴿1﴾......مُسَیْلِمَہ کَذَّاب: عرب کے ریگستانی علاقے ''نَجْد'' سے اس کا تعلق ہے۔

﴿2﴾......طُلَیْحَہ بن خُوَیْلِد ﴿3﴾......اَسْوَد عَنْسی ﴿4﴾......مرزا غلام احمد قادیانی[4]

---

1 ......بخاری، کتاب النکاح، باب: یقل الرجال ویکثر النساء، ۴۷۲/۳، حدیث: ۵۲۳۱ وعمدۃ القاری، کتاب العلم، باب رفع العلم، ۱۱۵/۲، تحت الحدیث: ۸۰

2 ......مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال... الخ، ص ۱۵۷۰، حدیث: ۲۹۳۷ و شرح النووی علی مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال... الخ، الجزء ۱۸، ۷۰/۹ و در منثور، پ ۲۹: القلم، تحت الآیۃ: ۱۳، ۲۴۶/۸

3 ......بخاری، کتاب العلم، باب رفع العلم، ۴۷/۱، حدیث: ۸۱

4 ......بہارِ شریعت حصہ ۱، ۱۱۷/۱ ماخوذاً

ان سب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، اور دوسرے جھوٹے نبی جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئے یقیناً ایک ایک کرکے قیامت سے پہلے نُبُوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے۔

مال کی کثرت:

مال ودولت کثرت کے ساتھ ہر جگہ نظر آئے گی۔[1] مال ودولت کی یہ کثرت اور اس کے فتنے اِس قدر بڑھ جائیں گے کہ اہل اللّٰہ اور نیک لوگوں کے لیے اس کا برداشت کرنا مشکل ہوجائے گا۔[2] اور وہ قبرستانوں میں جاکر بیٹھ جائیں گے اور خواہش کریں گے کہ ہمیں موت آجائے۔[3]

وقت بہت جلدی گزرے گا:

وقت اتنا جلدی گزرے گا گویا ایک سال ایک مہینہ کی طرح لگے گا اور مہینہ ہفتے کی طرح لگے گا اور ہفتہ دن کی طرح لگے گا اور دن ایسے گزر جائے گا گویا کہ چند لمحے گزرے ہوں۔[4] وقت سے برکت اٹھ جائے گی، لوگ دین اسلام کا علم اسلام کی ترقی کے لیے نہیں بلکہ اپنی دنیوی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے حاصل کریں گے۔[5]

---

1 ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الترغیب فی الصدقۃ...الخ، ص۵۰۵، حدیث:۱۵۷ و بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب نزول عیسی ابن مریم علیھما السلام، ۲/۴۵۹، حدیث:۳۴۴۸

2 ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الترغیب فی الصدقۃ، ص۵۰۵، حدیث: ۱۵۷

3 ......مسلم ، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب لاتقوم الساعۃ یمر الرجل بقبر الرجل...الخ، ص۱۵۵۵، حدیث:۲۹۰۷

4 ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی قصر الأمل، ۴/۱۴۹، حدیث:۲۳۳۹

5 ...... ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی علامۃ...الخ، ۴/۹۰، حدیث:۲۲۱۸

مرد عورتوں کے محکوم (غلام) بن جائیں گے۔ بچے ماں باپ کے نافرمان ہوجائیں گے۔ کچھ اس بات کو ترجیح دیں گے کہ وہ اپنے دوستوں میں رہیں اور ماں باپ کو چھوڑ دیں گے۔ لوگ مسجدوں میں دنیاوی گفتگو کریں گے۔ موسیقی اور ناچ کا ہر جگہ دَور دَورہ ہوگا۔ لوگ اپنے آباء واَجداد پر لعنت کریں گے اور ان کے بارے میں بُری باتیں کہیں گے۔[1] جنگلی جانور انسانوں سے باتیں کریں گے۔[2] گھٹیا اور جاہل لوگ بڑی بڑی عالیشان عمارتوں میں رہیں گے۔[3]

قیامت کی بعض بڑی نشانیاں

امام مہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ظہور:

جب اسلام ہر جگہ پر مٹ کر حجازِ مُقدّس تک محدود ہوچکا ہوگا اس وقت حضرت امام مہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ظُہور ہوگا، اُس وقت دنیا کُفّار سے بھری ہوئی ہوگی، ایسے ذلت اور رُسوائی والے وقت میں اولیاء اللہ، صالحین، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے مسلمان اپنے اپنے ملکوں اور شہروں کو چھوڑ کر مَکّہ مکرمہ اور مَدینہ منورہ میں پناہ لیں گے۔

رمضان کے مہینے میں حضرت امام مہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں کے ساتھ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے، اولیاء اللہ انہیں پہچان لیں گے اور فوراً درخواست کریں گے کہ ہماری بیعت قبول کرلو، امام مہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پہلے انکار کریں گے بالآخر

---

1 ...... ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی علامة...الخ، ۹۰/۴، حدیث: ۲۲۱۸

2 ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی کلام السباع، ۷۶/۴، حدیث: ۲۱۸۸

3 ......مسلم، کتاب الایمان، باب الایمان و الاسلام...الخ، ص ۲۱، حدیث: ۸ و بہارشریعت، حصہ ۱، ۱/۱۱۶-۱۲۰ ماخوذاً

غیب سے ایک آواز سن کراُن کی درخواست قبول کرلیں گے،غیب سے یہ آواز آئے گی: ”یہ مہدی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں، ان کی بات کو سنیں اور اِن کی اِطاعت کریں“ سب لوگ پھر اپنے ایمان کا اِظہار کر کے امام مہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بیعت کریں گے اور امام مہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سب لوگوں کو ملک شام لے جائیں گے۔[1]

دَجّال کا ظُہور:

دَجّال مَسِیحِ کَذَّاب کا نام ہے جو مَکّہ مکرمہ اور مَدینہ منورہ کے علاوہ اپنا اَثَر ورُسُوخ ہر جگہ قائم کرلے گا۔[2] چالیس دنوں کے اندر اندر پوری دنیا میں دورہ کرلے گا، اِن چالیس دنوں میں سے ایک دن سال کے برابر ہوگا اور دوسرا دن ایک مہینے کے برابر ہوگا اور تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا اور باقی ایام اپنے معمول کے مطابق ہوں گے، دجال ایک تباہی مچادینے والی آندھی کی طرح پوری دنیا کا چکر لگائے گا۔[3]

جو کچھ اس کے راستے میں آئے گا وہ اس کو تباہ و برباد کردے گا، اس کی رفتار اُن بادلوں کی طرح ہوگی جن کو زوردار ہوا چلا رہی ہوتی ہے، جس طرف جائے گا ہر چیز کو تباہ و برباد کرتا ہوا گزرتا جائے گا، اور وہ بہت سارے کَرتَب دکھائے گا، وہ اپنے اِسْتِدْراج اور جادو کے زور سے لوگوں کو متاثر کرے گا جس کی وجہ سے کچھ لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے، دَجّال کے پاس آنکھوں کو حیران کردینے والی دو چیزیں ہوں گی جس کی وجہ

1 ......بہارِ شریعت حصہ ۱، ۱/ ۱۲۴ ماخوذاً

2 ......مسلم، کتاب الفتن، باب قصة الجساسة، ص١٥٧٦، حديث:٢٩٤٢

3 ......مسلم، کتاب الفتن، باب فی ذکر الدجال، ص١٥٦٩، حديث:٢٩٣٧

سے وہ لوگوں کو اُکسائے گا اور دھوکہ دے گا، اس کے پاس ایک باغ ہوگا اور ایک آگ ہوگی وہ ان کو جنت اور جہنم کہے گا اور جہاں کہیں وہ جائے گا وہ ان چیزوں کو اپنے ساتھ لے کر جائے گا، حقیقت میں یہ ایک شُعْبَدَہ اور جادو ہوگا، اس کی جو جنت ہوگی وہ دراصل آگ ہوگی اور جس کو وہ جہنم کہے گا وہ اَمْن اور آرام کی جگہ ہوگی۔ وہ لوگوں کو حکم دے گا کہ وہ اُسے خدا مانیں۔[1] اور جو اس کو خدا مان لے گا وہ اسے اپنی جنت میں ڈال دے گا اور جو اس کا انکار کرے گا وہ اُسے اپنی جہنم میں ڈال دے گا۔[2]

وہ مردوں کو زندہ کرے گا۔[3] زمین سے سبزیاں اور گھاس اُگائے گا، وہ بادلوں سے پانی برسائے گا، اس کے زیرِ اثر جو علاقے ہوں گے اُن میں جانوروں کی تعداد بڑھ جائے گی اور وہ صحت مند ہو جائیں گے، جانوروں کے تھنوں میں دُودھ بڑھ جائے گا، جب جنگلوں سے گزرے گا مال و دولت کے خزانے اس کے پیچھے ایسے چل رہے ہوں گے جیسے شہد کی مکھیوں کے جُھنڈ۔[4]

وہ بہت سارے اور بھی شُعْبَدے دکھائے گا، بالآخر یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ وہ سب شُعْبَدے تھے، اِسْتِدْراج تھا اور جادو کا کمال تھا اور اس کے سارے کَرتَب جادو کی وجہ سے مَحْض دھوکا ہوں گے، جیسے ہی دَجّال ایک جگہ کو چھوڑ کر جائے گا تو اس جگہ پر ظاہر ہونے والی ساری کی ساری شُعْبَدے بازیاں ختم ہو جائیں گی، جب کبھی دَجّال

---

1 ......مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص۱۵۶۷، حدیث:۲۹۳٤ و مسند امام احمد، مسند جابر بن عبد الله، ۵/۱۵٦، حدیث:۱٤۹۵۹

2 ......فیض القدیر، حرف الدال، ۳ / ۷۱۹، تحت الحدیث: ٤۲۵۱

3 ......مسند امام احمد، مسند البصریین، ۷/۲٦۰، حدیث:۲۰۱۷۱

4 ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی فتنة الدجال، ٤/۱۰٤، حدیث:۲۲٤۷

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کرے گا فرشتے اس کے رُخ کو کسی دوسری طرف پھیر دیں گے۔[1]

دَجّال کے ساتھ یہودیوں کی فوج ہوگی۔[2] اور دَجّال کی پیشانی پر "ک، ف، ر" یہ تین حرف نقش کیے ہوں گے (جس سے یہ واضح ہوتا ہوگا کہ یہ شخص کافر ہے) صرف مسلمان ہی اِن حُروف کو دیکھ پائیں گے اور پڑھ پائیں گے۔[3]

جب دَجّال دنیا کا ایک چکر پورا کرلے گا اور وہ ملک شام پہنچے گا تو یہ صبح صادق کا وقت ہوگا، نماز فجر کی اذان ابھی مکمل نہیں ہوگی کہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام جامع مسجد دِمَشق کے مشرقی منارے پر نزول فرمائیں گے۔[4] امام مہدی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ وہاں موجود ہوں گے اور حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام اُن سے فرمائیں گے کہ آپ نماز پڑھائیں، حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی موجودگی دجال کے لیے بڑی تباہ کن ثابت ہوگی اور دجال پگھلنا شروع ہوجائے گا جیسا کہ نمک پانی میں پگھلتا ہے اور حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی سانس کی خوشبو سے دجال کو بڑی تکلیف ہوگی اور عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی سانس کی خوشبو بڑھتی چلی جائے گی یہاں تک کہ دجال بھاگنے پر مجبور ہوجائے گا، حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام دجال کا پیچھا کریں گے یہاں تک کہ نیزے سے اس کو قتل کردیں گے۔[5] دجال کے فتنے

---

1 ......مسلم، کتاب الفتن، باب قصة الجساسة، ص١٥٧٧،حدیث:٢٩٤٣

2 ......ابن ماجه، ابواب الفتن، باب فتنة الدجال،٤/٤٠٦، حدیث:٤٠٧٧

3 ......مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص١٥٦٧، حدیث:٢٩٣٣

4 ......مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال،ص١٥٦٩، حدیث:٢٩٣٧

5 ......ابن ماجه، ابواب الفتن، باب فتنة الدجال، ٤/٤٠٦،حدیث:٤٠٧٧

اور اس کی طاقت اور حکومت کا خاتمہ، یہ نئے دور کا فَتْح باب ہوگا۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی موجودگی کی برکت سے نعمتوں میں اضافہ ہوگا، لوگوں کے پاس اتنی دولت آجائے گی کہ ضرورت مند و محتاج شخص کو ڈھونڈنا مشکل ہو جائے گا۔[1] لوگوں کی آپس میں دشمنی نہیں ہوگی، حسد نہیں ہوگا ایک دوسرے پر بداعتمادی اور اِس طرح کی بری عادتیں ختم ہو جائیں گی۔[2]

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام خنزیر کو ماریں گے اور صَلیب کو توڑ دیں گے۔[3] اس وقت جتنے بھی اہل کتاب موجود ہوں گے اور جتنے لوگ دجال کے پیچھے لگ کر اپنا ایمان برباد کر چکے ہوں گے وہ سب کے سب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے اور اسلام لے آئیں گے پھر ایک ہی دین ہوگا اور وہ دین اسلام ہوگا۔[4]

یاجُوج وماجُوج کا ظُہور:

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی موجودگی کی برکت یوں ظاہر ہوگی کہ ہر طرف اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بارش برس رہی ہوگی، یاجُوج وماجُوج نامی ایک قوم کا ظُہور ہوگا جو کہ قتل و غارت کریں گے، جس طرف وہ جائیں گے ہر چیز کو تباہ و برباد کرتے ہوئے گزر جائیں

---

1 ......بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب نزول عیسی ابن مریم علیهما السلام، ۲/۴۵۹، حدیث:۳۴۴۸

2 ......مسلم، کتاب الإیمان، باب نزول عیسی ابن مریم...الخ، ص۹۲، حدیث:۲۴۳

3 ......بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب نزول عیسی ابن مریم علیهما السلام، ۲/۴۵۹، حدیث: ۳۴۴۸

4 ......ابوداود، کتاب الملاحم، باب (ذکر) خروج الدجال، ۴/۱۵۸، حدیث:۴۳۲۴

گے، دریاؤں اور جھیلیں جواُن کے راستے میں آئیں گی اُن کا پانی پی کرختم کر دیں گے، وہ چلتے جائیں گے یہاں تک کہ خمر پہاڑ جو کہ بَیْتُ الْمُقَدَّس میں ہے وہاں تک پہنچ جائیں گے، انسانوں کے قتلِ عام کے بعد آسمان والوں کو بھی قتل کرنے کی کوشش کریں گے، حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام اور دیگر مؤمنین مدد کے لیے دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ ایسے کیڑے بھیجے گا جو ''یاجُوج وماجُوج'' کی قوم کو ختم کر دیں گے لہٰذا وہ سب ہلاک ہوجائیں گے اور ان کی لاشوں کو پرندے اُٹھا کر لے جائیں گے۔ پھر کئی دنوں تک مُوسَلا دَھار بارش ہوگی، زمین بہت صاف ستھری اور زَرخیز ہوجائے گی، یہ ایسے وَقْت کا آغاز ہوگا کہ جس میں رِزْق کی فَراوانی ہوگی اور چیزوں میں برکتیں نظر آئیں گی، یوں بُرے دنوں کے بعد پھر اچھے دن لوگوں پر ظاہر ہوجائیں گے۔ (1)

دَابَّۃُ الْاَرْض کا ظہور:

دَابَّۃُ الْاَرْض بہت طاقت ور اور زمینی جانور ہے، اس کی بڑی خطرناک اور وحشیانہ شکل ہوگی، اس کے ایک ہاتھ میں موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کا عصا ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان عَلَیْهِ السَّلَام کی انگوٹھی ہوگی، عصا کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کی پیشانی پر ایک چمک دار نشان لگائے گا اور ہر کافر کی پیشانی پر وہ انگوٹھی کے ذریعے سے ایک کالا نشان داغ دے گا، یہ نشان مسلمان کو کافر سے جدا کر دے گا۔ (2)

1 ......ترمذی، کتاب الفتن باب ماجاء فی فتنة الدجال، ٤/١٠٤، حدیث: ٢٢٤٧ ملخصًا وبہارِ شریعت حصہ ۱، ۱/۱۲۴-۱۲۵

2 ......ابن ماجه، ابواب الفتن، باب دابة الارض، ٤/٣٩٣، حدیث: ٤٠٦٦ وبہارِ شریعت حصہ ۱، ۱/۱۲۶

سورج مغرب سے طلوع ہوگا:

ایک وقت ایسا آئے گا جب کہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا، یہ اس بات کی نشانی ہوگی کہ توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اب اللہ تعالٰی کسی کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا، اب کسی کا اسلام قبول کرنا بھی قبول نہیں ہوگا۔[1]

خوشبودار اور ٹھنڈی ہوا کا چلنا:

حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے چالیس سال کے بعد قیامَت قائم ہوگی اور اُن آخری ایام میں اس دنیا کے اندر ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا چلے گی اور اس ہوا کے ذریعے سے سارے ایمان والوں کی رُوحیں اُن کے جسموں سے نکل جائیں گی۔[2] اُن چالیس سالوں میں کوئی عورت بچہ پیدا نہیں کر سکے گی۔[3] اس سے معلوم ہوا کہ چالیس سال سے کم عمر والے پر قیامت قائم نہ ہوگی اور یہ مکمل طور پر کفر کا زمانہ ہوگا، ہر طرف کفار ہی کفار ہونگے اور کوئی اللہ تعالٰی کی عبادت کرنے والا نہیں بچے گا۔

صور کا پھونکا جانا:

حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے چالیس سال بعد جب قیامت آئے گی اللہ

---

1 ......ابن ماجه، ابواب الفتن، باب طلوع الشمس من مغربها، ٤/٣٩٦، حديث: ٤٠٧٠
و بہارِ شریعت حصہ۱، ۱/۱۲۶

2 ...... مسلم، كتاب الفتن، باب ذكر الدجال...الخ، ص ١٥٧٠، حديث: ٧٣٧٣

3 ......بہارِ شریعت حصہ۱، ۱/۱۲۷

عَزَّوَجَلَّ اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم دے گا کہ وہ صور پھونکیں، یہ قیامت کے دن کی ابتدا ہوگی۔

پہلے صور کی آواز ہلکی ہوگی، آہستہ آہستہ بڑھتی جائے گی اور بہت اونچی ہوجائے گی، لوگ اپنے روزمرّہ کے کاموں میں مصروف ہوں گے، زوردار صور کی آواز سن کر سب کے سب بے ہوش ہوکر گر پڑیں گے اور مرجائیں گے، یہ بہرہ کردینے والی زوردار آواز سارے جہان کو تباہ و برباد کردے گی۔

ہر موجود چیز مثلاً زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، انسان، فرشتے بلکہ خود اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کا صور سب تباہ و برباد ہوجائیں گے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہ ہوگا، اُس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آج کے دن بادشاہت کس کی ہے؟'' کوئی جواب دینے والا نہیں ہوگا پھر اللہ تعالیٰ خود یہ ارشاد فرمائے گا: ''صرف اللہ تعالیٰ کے لیے جو واحد ہے اور قہار ہے۔''[1]

صور کے پہلی مرتبہ پھونکے جانے اور دوسری مرتبہ پھونکے جانے کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا، پہلی بار جب صور پھونکا جائے گا تو ہر چیز تباہ و برباد ہوجائے گی، اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کچھ نہیں بچے گا، صور کے پھونکے جانے کا تذکرہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

---

1 ......بخاری، کتاب الرقاق، ۴/۲۴۹، حدیث: ۶۵۰۶ و شعب الایمان، باب فی حشر الناس...الخ، فصل فی صفة یوم القیامة، ۱/۳۱۲، حدیث: ۳۵۳ و بہار شریعت، حصہ ۱، ۱/۱۲۸

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾

(پ ۲۹، المرسلٰت :۸ تا ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب تارے محو کر دیئے جائیں اور جب آسمان میں رَخنے پڑیں اور جب پہاڑ غبار کر کے اُڑا دیئے جائیں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَیَوْمَىٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَ انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ یَوْمَىٕذٍ وَّاهِیَةٌ ﴿۱۶﴾ (پ ۲۹، الحاقۃ: ۱۳ تا ۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب صُور پھونک دیا جائے ایک دم اور زمین اور پہاڑ اُٹھا کر دفعۃً چُورا کر دیئے جائیں وہ دن ہے کہ ہو پڑے گی وہ ہونے والی اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن اس کا پتلا حال ہوگا۔

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ یَوْمَىٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ﴿۱۰﴾

(پ ۲۹، المدثر: ۸ تا ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب صُور پھونکا جائے گا تو وہ دن کَرّا (سخت) دن ہے کافروں پر آسان نہیں۔

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾

(پ ۲٤، الزمر: ۶۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور صُور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

اسلام کی بنیادیں

پانچ اَرکانِ اسلام مسلمان کی زندگی کے تمام زاویوں کو مکمل کرتے ہیں، پانچ ارکانِ اسلام مندرجہ ذیل ہیں:

1 ...... اِیمان:

مسلمان ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ دل سے تصدیق کرنے کیساتھ ساتھ زبان سے بھی ان الفاظ کا اقرار کرے کہ: ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ کے رسول ہیں۔''

یہ تصدیق اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ موجود ہے اس کے جیسا کوئی نہیں ہے اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں، وہ سب سے بڑا ہے، سوائے اُس کے کوئی بھی عبادت کا حقدار نہیں ہے اور یہ اِس بات کی بھی گواہی ہے کہ سب موجود چیزوں کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِؕ وَ مَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ۝٦٦

(پ ۱۱، یونس: ٦٦)

ترجمۂ کنز الایمان: سن لو بیشک اللہ ہی کی مِلک ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمینوں میں اور کاہے کے پیچھے جا رہے ہیں وہ جو اللہ کے سوا شریک پکار رہے ہیں وہ تو پیچھے نہیں جاتے مگر گمان کے اور وہ تو نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے۔

اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انبیاء میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سب سے آخری رسول ہیں، انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام انسانوں تک بڑے احسن انداز میں پہنچا دیا ہے۔

قرآنِ پاک نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آخری نبی ہونے کی گواہی دیتا اور اعلان کرتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۴۰﴾ (پ ۲۲، الاحزاب: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: محمد (صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

قرآنِ پاک اس بات کی بھی تصدیق کرتا ہے کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے الفاظ مبارک کو بھی عِصمت حاصل ہے یعنی آپ کے الفاظ میں خطا کا امکان نہیں ہے جو الفاظ آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بولتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ﴿۳﴾ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ﴿۴﴾ (پ ۲۷، النجم: ۳ تا ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

لہٰذا قرآنِ مُقدّس اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنّت دینِ اسلام کی بنیاد ہے، ان میں زندگی کے ہر پہلو کی وضاحت اور رہنمائی موجود ہے۔

2 ...... نماز:

نمازِ اہلِ ایمان میں ہمیشہ رہی ہے، مختلف انبیاء نے مختلف نمازیں پڑھی ہیں، نماز دین کا اہم ستون ہے، اسلام اللہ تعالیٰ کا انسانیت کی طرف آخری پیغام ہے اس میں نماز کو بہت اہمیت دی گئی ہے، مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہر دن میں پانچ نمازیں اپنے مقرر اوقات میں پڑھے اور نمازوں کو ایسے انداز اور ترتیب سے پڑھے جیسے اللہ عَزَّوَجَل کے محبوب حضرت محمد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز پڑھی اور ہمیں سکھائی۔

پانچ نمازیں فرض ہیں اور یہ بندے کا رب تعالیٰ سے ایسا تعلق اور رشتہ ہے جس میں وہ اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے، اسلام صرف اس بات کی دعوت نہیں دیتا کہ مسلمان صرف یہ عمل کرلیں بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان نماز کے ذریعے سے اپنی روحوں کو پاک کریں، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں نماز کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

(پ ۲۱، العنکبوت: ۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی اور نماز قائم فرماؤ بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

3 ......زکوٰۃ:

زکوٰۃ کا معنی ہے پاک کرنا یا زیادتی، چونکہ زکوٰۃ دینے سے مال پاک بھی ہوتا ہے اور بڑھتا بھی ہے اس لیے اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں، یہ اسلام کا بڑا اہم فلسفہ ہے کہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں، اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا مالک ہے اور مسلمانوں پر یہ لازم کیا گیا ہے کہ وہ رزقِ حلال کمائیں اور اِس کمائے ہوئے رزقِ حلال سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریں اور ایسے خرچ کریں جیسے اللہ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے خرچ کرنے کی تعلیم دی ہے۔

زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ایک بہترین نظام ہے، یہ خیرات بھی نہیں ہے اور یہ ٹیکس بھی نہیں ہے مگر ہر اُس مسلمان کیلئے شرعی فرض ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنی دولت دی ہے جو اس کی ضرورتوں سے زیادہ ہو اور نصاب کو پہنچتی ہو لہٰذا ٹیکس اور زکوٰۃ میں یہ بڑا واضح فرق ہے کہ مسلمان اپنی خواہش سے اور اپنی مرضی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اس کا حساب لگاتا ہے، اپنی مرضی سے حصول ثواب کیلئے خود مسلمان ہی زکوٰۃ کے معاملہ کو دیکھتے ہیں، اُن پر کوئی زبردستی نہیں کی جاتی جبکہ ٹیکس کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

زکوٰۃ مسلمان پر صرف اُسی وقت فرض ہوتی ہے جب وہ صاحب نصاب بنتا ہے اور اُس نصاب پر سال گزر جاتا ہے، زکوٰۃ کی تفصیلی معلومات (مثلاً حساب لگانا وغیرہ) دارالافتاء سے معلوم کی جائیں، دارالافتاء اہلسنّت کے ایڈریس، ای میل اور فون نمبر زیہ ہیں۔

دارالافتاء اہلسنّت (دعوت اسلامی) کے پتے

نمبر شمار	نام	مقام	اوقات کار و تعطیل
1	دارالافتاء اہلسنّت	جامع مسجد کنزالایمان (بابری چوک) گرومندر باب المدینہ (کراچی)	10 تا 4 تعطیل جمعۃ المبارک
2	دارالافتاء اہلسنّت	جامع مسجد بخاری نزد پولیس چوکی کھارادر باب المدینہ (کراچی)	11 تا 5 تعطیل جمعۃ المبارک
3	دارالافتاء اہلسنّت	جامع مسجد رضائے مصطفیٰ بالمقابل موبائل مارکیٹ کورنگی نمبر 4 باب المدینہ (کراچی)	12 تا 5 تعطیل جمعۃ المبارک
4	دارالافتاء اہلسنت	اقصی مسجد، اکبر روڈ، ریگل، صدر، باب المدینہ (کراچی)	11 تا 4 تعطیل جمعۃ المبارک
5	دارالافتاء اہلسنّت	آفندی ٹاؤن بالمقابل فیضانِ مدینہ باب الاسلام (حیدرآباد)	11 تا 4 تعطیل جمعۃ المبارک
6	دارالافتاء اہلسنّت	جامع مسجد زینب، محمدیہ کالونی، سوساں روڈ مدینہ ٹاون سردار آباد (فیصل آباد)	10 تا 4 تعطیل جمعۃ المبارک
7	دارالافتاء اہلسنّت	نزد مکتبۃ المدینہ، گنج بخش مارکیٹ، داتا دربار مرکز الاولیاء (لاہور)	10 تا 4 تعطیل بروز اتوار
8	دارالافتاء اہلسنّت	لطیف پلازہ (جیولری مارکیٹ) فرسٹ فلور، فیروز پور روڈ اچھرہ مرکز الاولیاء (لاہور)	10 تا 4 تعطیل بروز اتوار
9	دارالافتاء اہلسنّت	نزد جامع مسجد غوثیہ حاجی احمد جان بینک روڈ صدر (راولپنڈی)	10 تا 4 تعطیل جمعۃ المبارک
10	دارالافتاء اہلسنّت	نوری گیٹ، نزد باٹا شوز، گلزار طیبہ (سرگودھا)	10 تا 4 تعطیل جمعۃ المبارک

دار الافتاء اھلسنّت کے فون نمبر اور میل ایڈریس

فون سروس کے اوقات کار	0300 0220113	0300 0220112	بالخصوص پاکستان اور دنیا بھر کیلئے
10am تا 4pm (وقفہ 1 تا 2) جمعۃ المبارک تعطیل	0300 0220115	0300 0220114	بالخصوص پاکستان اور دنیا بھر کیلئے
پاکستانی اوقات کے مطابق 2pm تا 7pm (علاوہ نماز کے اوقات)	0044 121 318 2692		بالخصوص برطانیہ اور دنیا بھر کیلئے
پاکستانی اوقات کے مطابق 2pm تا 7pm (علاوہ نماز کے اوقات)	0015 8590 200 92		بالخصوص امریکہ اور دنیا بھر کیلئے
پاکستانی اوقات کے مطابق 2pm تا 7pm (علاوہ نماز کے اوقات)	0027 31 813 5691		بالخصوص ساؤتھ افریقہ اور دنیا بھر کیلئے

Email:darulifta@dawateislami.net

زکوۃ مسلمان کو لالچ سے پاک کر دیتی ہے اور خود غرضی سے بھی جان چھوٹ جاتی ہے نیز مال و دولت اور دنیا کی محبت بھی اس کے دل سے نکل جاتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ

ترجمۂ کنز الایمان: اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں اُنہیں جو ان کی طرف ہجرت

اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﳴ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹

(پ۲۸، الحشر:۹)

کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

زکوٰۃ ایک ایسا نظام ہے جس کے ذریعے سے مساکین وفُقَراء اور غریب ونادار کی ضرورتوں کو بڑے احسن انداز سے پورا کیا جاسکتا ہے اور چند مالدار لوگوں پر اس کا زیادہ دباؤ بھی نہیں پڑتا جسکی وجہ سے اُن کیلئے کوئی مشکل پیدا نہیں ہوتی کیونکہ زکوٰۃ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد دے رہی ہوتی ہے، اگر زکوٰۃ کے نظام پر پورا پورا عمل کیا جائے تو دنیا بھر کے غریب، فقیر اور مسکین مسلمانوں کی ضرورتیں باآسانی پوری ہوسکتیں ہیں۔

﴿4﴾......روزہ:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر روزے فرض کردیئے ہیں جیسا کہ اُس نے سابِقہ اُمّتوں پر فرض کیے، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَۙ ۝۱۸۳

(پ۲، البقرہ:۱۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والوتم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔

اسلام میں روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان روزے کے اوقات میں نہ کھائے، نہ پیئے اور نہ جماع کرے اور باقی ممنوع چیزوں سے بھی اپنے آپ کو بچائے، مثلاً سگریٹ، پان گُٹکا وغیرہ۔ روزے صرف دن کے وقت رکھے جاتے ہیں اور صرف رمضان المبارک کے مہینے میں ان کا رکھنا فرض ہے اور جب کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور اس کا حکم مانتے ہوئے روزہ رکھتا ہے تو اُس اہلِ ایمان کو صبْر جیسی دولت نصیب ہوتی ہے اور اپنے نفس پر کنٹرول بھی حاصل ہوتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو روزہ یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ تمہارے اور بھی مسلمان بھائی اس دنیا میں ہیں جو بھوکے پیاسے ہیں جن کو کھانا چاہیے اور جن کو پینے کیلئے صاف پانی کی ضرورت ہے، اس طرح مسلمانوں کے اندر دیگر مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

رمضان المبارک کے مہینے میں اچھے اخلاق اور نیکیوں کی طرف رجحان بھی بڑھ جاتا ہے، بیس رکعت تراویح بھی مسلمان پڑھتے ہیں، روزہ زندگی کے سُکھ سے منہ موڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کو مزید قوت وتوانائی ملتی ہے اور روزہ رکھنے کی وجہ سے بہت سی اچھی اچھی صِفات کی تربیت بھی مل جاتی ہے نیز رَوز مَرَّہ کے کام بھی آسان ہو جاتے ہیں۔

(5)......حج:

حج ہر سال مکۃ المکرّمہ میں ادا کیا جاتا ہے۔ جن مسلمانوں میں شرعی شرائط کے مطابق حج پر جانے کی قابلیت ہے صرف اُنہی پر زندگی میں ایک بار حج فرض ہے، اللہ

ربُّ العالمین قرآن مجید میں فرماتا ہے:

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

(پ ٤، اٰلِ عمرٰن: ۹۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو اور اللّٰہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللّٰہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

دنیا بھر سے لاکھوں مسلمان ہر سال مکے شریف میں حاضر ہوتے ہیں اور حج ادا کرتے ہیں، حج دنیا کے مختلف علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کو یہ موقع عطا کرتا ہے کہ وہ ایک جگہ پر جمع ہو کر اپنے حالات کا ایک دوسرے سے تبادلہ کریں اور اللّٰہ تعالیٰ کے مہمان بن کر اپنی اسلامی قوت کا اظہار کریں، حج اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی کامل اِطاعت کا زبردست اِظہار ہے اور مناسکِ حج جو ادا کیے جاتے ہیں یہ اللّٰہ تعالیٰ کی غیر مَشْرُوط اطاعت کی نشانی ہے، حاجی اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہ رہا ہوتا کہ اس کی یہ محنت اللّٰہ تعالیٰ قبول فرما کر اس کے سارے گناہ معاف کر دے، وہ شخص جو حج کر کے واپس لوٹتا ہے وہ ایک نئی شخصیت لیے ہوئے واپس آتا ہے، اس کی روح پاک ہو چکی ہوتی ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کے فَضْل کی بارش میں وہ نہا کر اپنے گناہوں کے مَیل کُچیل اتار کر واپس آتا ہے۔

حضرت سیدنا محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اعلانِ نبوت فرمایا اور لوگوں کو ایک خدا کی عبادت کی طرف بُلایا، بہت سارے قبائل نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سخت مخالفت کی لیکن بعض اَفراد نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعوتِ توحید کو قبول کرلیا، یہ لوگ ایمان لائے اوران ہی کو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو صادِق وامین کی حیثیت سے جانتے تھے، حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو کہ چالیس سال کے باوقاراور باعزت انسان تھے اُنہوں نے دعویٰ کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو مرد ہوں یا عورتیں، غلام ہوں یا آقا اُن سب کی شان کے مطابق حُقُوق عطا کیے ہیں، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے۔

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیغام ایسا مضبوط اوردلوں کو بدل دینے والا تھا کہ عرب کے جنگجُو قبیلے اور قتل وغارَت اور بددیانتی میں مشہور قبیلوں کے سردار اِس پیغام کو قبول کرنے لگے، یہ وہ پیغام تھا کہ جس کا نام ''اسلام'' ہے اور لفظ اسلام کا معنی ہے: ''اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھک جانا۔''

سوال: حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کون ہیں؟

جواب: حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک شریف اور باعزت گھرانے کے فرد ہیں،

وہ اَخلاقِ حَسَنہ کا بہترین نَمُونہ ہیں، اللہ تعالٰی نے ان الفاظ میں ان کی تعریف فرمائی:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تمہاری خُوبُو بڑی شان کی ہے۔ (پ:۲۹، القلم:٤)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دشمنوں نے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاقِ حَسَنہ کی تصدیق کی، ابوجہل جو کہ اسلام کا سخت ترین دشمن تھا اُس نے ایک دن کہا: اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) میں یہ نہیں کہتا کہ آپ جھوٹے ہیں، میں صرف اس کا انکار کرتا ہوں جو آپ لائے ہیں اور جس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ (1)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاقِ حَسَنہ کو اِن الفاظ میں بیان کیا: ''آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا رَوَیَّہ سخت نہیں تھا، آپ نے کبھی مجمع میں اونچی آواز سے بات نہیں کی اور کبھی فُحش کلامی نہیں کی، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ لیا بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیشہ معاف فرمانے والے تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تکلیف دی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی غصہ نہیں فرمایا اور نہ کبھی اس کا بدلہ لیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صرف اُسی وقت ناراض ہوتے جب لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حدود کو توڑتے۔ (2)

---

1 ......مستدرك حاكم، كتاب التفسير، ٣/٤٣، حديث:٣٢٨٣

2 ......شمائل محمدية، ص١٩٧ـ١٩٨ ملخصًا

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیشہ آسان بات کو اپنی امت کے لیے اختیار فرماتے لیکن اگر وہ گناہ کی بات ہوتی تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور ہوتے۔[1]

جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے گھر تشریف لاتے تو عام شخص کی طرح ہوتے یعنی اپنے کپڑے خود دھو لیتے، بکری دوہ لیتے اور اپنے دیگر کام خود کر لیتے۔[2]

چھوٹی عمر ہی سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فکر کرنے والے انسان کی حیثیت سے دیکھا گیا، عرب کے لوگوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو " اَلصَّادِق " اور " اَلْاَمِیۡن " کا خطاب دیا جس کا معنی " سچا " اور " امانت دار " ہے، ہر وہ کام جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کیا، ہر وہ لفظ جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے منہ سے نکلا، ہر وہ فِکْر جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذہن میں آئی، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان سب میں ہمیشہ سچے تھے، اہل عرب نے دیکھا کہ ان کا ہر عمل با مقصد ہوتا ہے، جب کچھ کہنے کا موقع نہ ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خاموش رہتے لیکن جب بولتے تو مُخْلِصانہ، حِکْمت بھری اور دلائل و براہین سے پُرگفتگو فرماتے، ہمیشہ کسی مَسئلے پر روشنی ڈالتے اور یہی وہ بولنا ہے جس بولنے کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قدر ہے، لوگوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بڑا مضبوط، بھائی چارگی سے بھرپور اور مُخْلِص انسان پایا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سنجیدہ اور مخلص کردار والے ہونے کے ساتھ ساتھ ایسا مزاج رکھتے تھے کہ دوسرے لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت میں امن، حفاظت،

---

1 ......مسند امام احمد، مسند السیدة عائشة رضی اللّٰہ عنہا، ١٠/١٥٥، حدیث:٢٦٤٦٧

2 ......کنزالعمال، کتاب الشمائل، المتفرقات، الجزء٧، ٤/٢٣٨، حدیث:١٨٥١٤، ١٨٥١٧

آرام،خوشی اور سکھ محسوس کرتے ،آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرۂ مبارکہ پر ہمیشہ روشنی بکھیرتی ہوئی خوبصورت ترین مسکراہٹ ہوتی۔

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت خوبصورت انسان تھے جیسا کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حُسْن کو یوں بیان کیا: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قد مبارک عمومی قد سے تھوڑا زیادہ تھا،تعجب کی بات یہ ہے کہ مَجْمَع میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان سے بھی دراز قد نظر آتے جو درحقیقت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے لمبا قد رکھتے تھے،آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جلد مبارک کا رنگ گورا اور سُرخی مائل تھا لیکن بہت زیادہ سفید بھی نہیں تھا،آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بال مبارک سیاہ اور خمیدہ تھے (اتنے گھُنگَرْیالے نہ تھے جس سے دائرہ کی صورت بنتی نظر آتی ہو)،کان کی لَو اور کندھوں کے درمیان بال مبارک رہتے ،آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سر کے بیچ سے مانگ نکالتے ،آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ظاہری جسم مبارک ایک طاقتور مضبوط مرد کی طرح نظر آتا تھا،آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کندھے مبارک چوڑے تھے اور ان کے درمیان پیٹھ کی طرف مُہرِ نُبُوَّت تھی،آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیٹ مبارک آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سینے سے کبھی آگے نہیں آیا،آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چہرۂ مبارکہ ایسے روشن رہتا گویا کہ سورج آپ کے چہرے سے چمکتے ہوئے گزر رہا ہے،جب لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حسن و جمال کا ان پر رُعب پڑ جاتا، جب پہلی بار دیکھتے تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہے۔

دینِ اِسلام کے بارے میں سوالات جوابات

سوال: اللہ عَزَّوَجَلَّ کون ہے؟ کیا مسلمان مختلف خدا (God) کی عبادت کرتے ہیں؟

جواب: کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان ایک ایسے خدا کی عبادت کرتے ہیں جو کہ اُس خدا سے مختلف ہے جس کی عبادت عیسائیت یا یہودیت میں کی جاتی ہے، یہ غلط فہمی شاید اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ مسلمان خدا کو اللہ کہتے ہیں اور اللہ عربی زبان میں اس ذات کا نام ہے جس کے پاس سب طاقتیں ہیں، صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، اُسی نے سارے جہانوں کو اور انسانوں کو پیدا کیا۔

اِس بات میں کوئی شک نہ رہے کہ مسلمان اُسی خدا کی عبادت کرتے ہیں جس کی عبادت نُوح عَلَیْہِ السَّلَام، ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام، موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام، داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام اور عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے کی، بہر حال اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کا خدا کے بارے میں مختلف نظریہ ہے، مثلاً مسلمان، عیسائیوں کے عقیدۂ تَثلِیث اور خدا کا انسانی صورت میں آنا، اِس کی سخت مخالفت کرتے ہیں، اس عقیدے کی وجہ سے یہودی بھی عیسائیوں کے سخت مخالف ہیں، اسی طرح یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ عُزَیر عَلَیْہِ السَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بیٹے ہیں، مسلمان اس عقیدے کا بھی رد کرتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ یہ تینوں اَدیان تین مختلف خداؤں کی پوجا کرتے ہیں۔

ہم پہلے ہی اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ سچا خدا صرف ایک ہی ہے، یہودی،

عیسائی اور مسلمان سب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ دینِ ابراہیم پر ہیں، لیکن اسلام نے اس بات کی خوب وضاحت کر دی ہے کہ دیگر اَدیان والوں نے خدا تعالیٰ کے بارے میں صحیح عقائد کو بِگاڑ دیا ہے اور دین کی سچی تعلیمات کو ہٹا کر انسانوں کے بنائے ہوئے نظریات کو اپنا لیا ہے۔

تمام اَدیان سے تعلق رکھنے والے عرب خدا کو ''اللّٰہ'' ہی کہتے ہیں، مثال کے طور پر اگر آپ انجیل کا کوئی عربی ترجمہ اُٹھا کر پڑھیں تو آپ وہاں وہاں لفظ اللّٰہ دیکھیں گے جہاں جہاں انگلش کی انجیل میں لفظ God ہوگا، اِس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللّٰہ صرف مسلمانوں کا خدا نہیں بلکہ اللّٰہ اُسی خدا کا نام ہے جس کی تمام اَدیان میں عبادت کی جاتی ہے، یہ بات تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ فرینچ (French) لوگ مختلف خدا کی پوجا کرتے ہیں کیونکہ ان کی زبان میں خدا کے لیے ''Dieu'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اسپین والے مختلف خدا کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ ان کی زبان میں خدا تعالیٰ کے لیے ''Dios'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور عبرانی والے مختلف خدا کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ ان کی زبان میں خدا کے لیے ''Yahweh'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

بہر حال خدا تعالیٰ کے لیے لفظ ''اللّٰہ'' ہی سب سے مناسب لفظ ہے کیونکہ لفظ ''اللّٰہ'' کی نہ تو جمع ہے اور نہ ہی اس کی کوئی جنس (مذکر و مؤنث کے حوالے سے) جبکہ لفظ God کی جمع بھی ہے اور جنس بھی مثلاً Gods اور Goddess (مؤنث خدا)۔

قرآنِ مقدس جو کہ مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے عربی زبان میں نازل ہوا، اس لیے مسلمان God کے لیے لفظ ''اللہ'' کا استعمال کرتے ہیں اگرچہ وہ بات کسی اور زبان میں ہی کیوں نہ کر رہے ہوں مگر خدا تعالیٰ کے لیے عربی کا لفظ ہی زیادہ تر استعمال کرتے ہیں جو کہ ''اللہ'' ہے اور لفظ اللہ کا ترجمہ انگلش زبان میں صرف God کی بجائے یوں کیا جائے:

"The One true God یا The One and only God"

سوال: قرآن کئی جگہوں پر اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ''ہم'' کا استعمال کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان ایک سے زیادہ خداؤں کو مانتے ہیں؟

جواب: اسلام میں خالص توحید کا ماننا لازم ہے، اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اللہ صرف ایک ہے اور اس کی تقسیم ممکن نہیں ہے، قرآنِ مقدس میں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہوں پر اپنی ذات کے لیے ''ہم'' کا لفظ استعمال کیا لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اسلام میں ایک سے زیادہ خداؤں کا عقیدہ پایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا اپنے آپ کو قرآنِ پاک میں ''ہم'' سے تعبیر فرمانا ''طاقت'' اور ''بادشاہت'' پر دلالت کرتا ہے۔

کچھ زبانوں میں دو طرح کی جمع ہوتی ہے، ایک کا تعلق دو یا دو سے زیادہ اشخاص، چیزوں یا جگہوں کیساتھ ہوتا ہے اور دوسری جمع وہ ہوتی ہے جو کہ عظیم رتبے، طاقت اور انفرادیت پر دلالت کرتی ہے مثلاً خالص انگریزی زبان میں England کی ملکہ جب تقریر کرتی ہے تو اپنے لیے We یعنی ''ہم'' کا لفظ استعمال کرتی ہے۔ (اس کو Majestic

Plural یا پھر Royal Plural یعنی شان وشوکت یا بادشاہت والی جمع کہتے ہیں۔)

سارے قرآن میں جگہ بہ جگہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر تاکیدیں موجود ہیں،اس کی واضح مثال اس چھوٹی سی سورتِ مبارکہ میں دیکھی جاسکتی ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۧ﴿۴﴾ (پ۳۰،سورۃ الاخلاص)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

سوال: قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے اور وہ سخت عذاب بھی دیتا ہے تو یہ دونوں باتیں ایک ساتھ کیسے درست ہوسکتیں ہیں، یا تو وہ معاف کرنے والا ہے یا سزا دینے والا ہے؟

جواب: قرآن پاک میں کئی جگہوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذِکْر موجود ہے درحقیقت سوائے ایک کے قرآن کی ساری سورتیں" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم "سے شروع ہوتی ہیں، اس کا مطلب ہے"اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔"

رحمٰن اور رحیم دونوں الفاظ عربی گرامر کے اعتبار سے مُبالغہ کے صیغے ہیں، رحمٰن کا معنی ہے:"ساری مخلوق پر رحم فرمانے والا" اور انصاف کرنا اس کی رحمت کا حصہ ہے، رحیم کا معنی ہے:"خاص کر ایمان والوں پر رحم فرمانے والا" اور معاف کر دینا بھی اُس کی رحمت کا حصہ ہے۔

ان دونوں صِفات کے اکٹھے استعمال سے بڑا جامع اور کامل معنی حاصل ہوتا ہے، معاف کرنا اور انصاف کرنا یہ سب اس کی رحمت ہے، مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں سَتَّر سے زیادہ جگہوں پر اپنی رحمت اور معافی کا ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ بار بار اپنی رحمت ومغفرت کی ہمیں یاد دلاتا ہے:

وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۱۸﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ۲، البقرة: ۲۱۸)

ہاں جو اس کے عذاب کے مُستَحِق ہیں اُن کو وہ سخت عذاب بھی دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے فرمایا:

نَبِّئۡ عِبَادِيۡۤ اَنِّيۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيۡ هُوَ الۡعَذَابُ الۡاَ لِيۡمُ ﴿۵۰﴾ ترجمۂ کنزالایمان: خبر دو میرے بندوں کو کہ بے شک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔ (پ١٤، الحجر: ٤٩، ٥٠)

اللہ تعالیٰ انصاف فرمانے والا ہے اور یہ بات انصاف کو لازم ہے کہ وہ اُن کو انعام دے جو اس کا حکم مانے اور اُن کو سزا دے جو اس کی نافرمانی اور بغاوت کرے، اگر اللہ تعالیٰ کسی مجرم کو سزا دے تو یہ اس کا عَدْل اور انصاف ہوگا اور اگر وہ کسی مجرم کو معاف فرما دے تو یہ اس کی رحمت، فَضْل اور معافی ہوگی، اللہ جو کہ رحمٰن ورحیم ہے، اُن سب کو معاف فرما دیتا ہے جو توبہ کرتے ہیں اور زندگی کے کسی حصے میں بھی اپنی اصلاح کر لیتے ہیں، اُس

نے انسانوں کو اپنی کثیر معافی اور رحمت کی طرف دعوت دی ہے :

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًاؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾ وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَۙ ﴿۵۵﴾

(پ ٢٤، الزمر: ٥٣ تا ٥٥)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللّٰہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بیشک اللّٰہ سب گناہ بخش دیتا ہے بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے اور اپنے رب کی طرف رجوع لاؤ اور اسکے حضور گردن رکھو قبل اسکے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ ہو اور اسکی پیروی کرو جو اچھی سے اچھی تمہارے رب سے تمہاری طرف اتاری گئی قبل اس کے کہ عذاب تم پر اچانک آجائے اور تمہیں خبر نہ ہو۔

سوال: کچھ لوگ یہ مانتے ہیں کہ مسلمان حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت کرتے ہیں کیا یہ سچ ہے؟

جواب: مسلمان کسی طرح سے بھی اللّٰہ تعالیٰ کے رسول اور بندے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت نہیں کرتے، ہم یہ مانتے ہیں کہ وہ اللّٰہ کے آخری رسول ہیں، سارے نبیوں کے امام ہیں اور اللّٰہ نے اُنہیں مبعوث کیا جیسا کہ دوسرے انبیاء کو مبعوث کیا، بہرحال کچھ لوگ غلطی سے اپنے تئیں یہ فرض کر لیتے ہیں کہ مسلمان حضرت محمد صَلَّی

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ جس طرح عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا اُسی طرح محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا، اُنہوں نے لوگوں کو صرف ایک خدا کی عبادت کی طرف بُلایا، حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیشہ اپنے بارے میں یہ فرماتے کہ میں اللّٰہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللّٰہ تعالیٰ نے آخری نبی کے طور پر چُنا اور انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کا کلام ہم تک پہنچایا، نا صرف الفاظ کی حد تک بلکہ عمل کر کے جیتی جاگتی مثالوں کے ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کا پیغام ہمیں پہنچایا اور ہمیں دین سکھایا، مسلمان ان سے بہت پیار کرتے ہیں اور ان کی بہت عزت واحترام کرتے ہیں کیونکہ ان کا اَخلاق اور کردار بہت مثالی ہے، انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کا پیغام ہم تک مکمل طور پر پہنچا دیا نیز وہ اللّٰہ تعالیٰ کے چُنے ہوئے اور اس کے محبوب ہیں نیز اللّٰہ تعالیٰ نے ان کی مَحبت کو ہمارے ایمان کی بنیاد بنا دیا ہے، یہ اسلام کی خالص توحید ہے۔

مسلمان کوشش کرتے ہیں کہ وہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کامل اِطاعت کریں لیکن کسی طرح بھی ان کی عبادت نہیں کرتے، اسلام اس بات کی بھی تعلیم دیتا ہے کہ مسلمان اللّٰہ تعالیٰ کے سارے نبیوں کی عزت کریں اور اُن سے مَحبت کریں لٰہذا عزت کرنے اور احترام کرنے کا مطلب عبادت کرنا ہرگز نہیں ہے کیونکہ فقط احترام اور عبادت کے مابین بڑا واضح فرق موجود ہے اور مسلمان اس بات کو بخوبی جانتے ہیں

کہ ساری عبادتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

درحقیقت اسلام میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنا ایسا گناہ ہے کہ جس کی معافی نہیں ہے خواہ وہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت ہو یا کسی اور کی، اگر کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پوجتا ہو تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے، جب ہم کَلِمَۂ شہادت پڑھ کر اپنے ایمان کی گواہی دیتے ہیں تو یہ اس بات کا واضح اِعلان ہوتا ہے کہ ہم مسلمان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

سوال: کیا اسلام دَقیانُوسی (فرسُودہ) دین ہے؟

جواب: مسلمانوں کو اس بات پر بڑی حیرانگی ہوتی ہے کہ اُن کا دین جس کے اندر عمل اور عقیدے کے اعتبار سے ایک قابلِ تعریف تَوَازُن پایا جاتا ہے بعض اوقات اس پر دَقیانُوسی ہونے کا بہتان لگا دیا جاتا ہے شاید یہ غلط فہمی لوگوں کے اندر اس وجہ سے پیدا ہوگئی ہے کہ ہر خوشی وغم کے موقع پر مسلمان اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتے سنائی دیتے ہیں، ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ مسلمان یہ جانتے ہیں کہ ''ہر شے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے'' جو کہ سارے جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور سب کچھ اسی کی مرضی سے ہوتا ہے، یہ وجہ ہے کہ مسلمان مادی معاملوں کی کم فکر کرتا ہے اور دنیا کی اِس عارضی زندگی کو ایسے دیکھتا ہے جیسے اُسے دیکھنا چاہیے، ایک سچا مسلمان اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسا کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ ہمارے بھلے کیلئے ہوتا ہے، یہ بات کسی کی سمجھ میں آئے یا

نہ آئے لیکن مسلمان خوشی سے اللہ تعالیٰ کے فیصلے (تقدیر) کو قبول کر لیتا ہے، جو اُس کے ناراض ہونے یا ناخوش ہونے کی وجہ سے بدلنے والا نہیں ہے۔

اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ مسلمان بیٹھ کر اپنی تقدیر کا انتظار کرے اور عملی طور پر زندگی میں کوئی قدم نہ اٹھائے بلکہ اسلام اس بات پر زور دیتا اور تقاضا کرتا ہے کہ مسلمان کوشش کر کے ہر قابلِ کَراہت اور قابلِ مَذَمَّت عادت کو بدل ڈالیں، عمل تو مسلمان کے ایمان کے ساتھ ساتھ چلتا ہے کیونکہ اگر انسان کے اندر اپنے فیصلے سے کچھ کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو پھر یہ بات انصاف سے بہت دور ہوتی کہ اس سے عمل کا تقاضا ہی کیا جائے یا وہ بعض بُرے عمل چھوڑ دے۔

دَقیانُوسی ہونا تو دور کی بات ہے اسلام تو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ انسان کا اِس زندگی میں بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے اور ایسے عمل کرنے ہیں جس سے وہ راضی ہو جائے، اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ انسان زندگی میں مُثْبَت قدم اُٹھائے اور عبادت و دعا کے ذریعے سے اس کو مضبوط کرے، کچھ لوگ سُسْت اور لاپَرواہ ہوتے ہیں اور جب اُنہیں کوئی مشکل یا دکھ پہنچتا ہے تو سارے کا سارا الزام اپنی قسمت یا تقدیر پر لگا دیتے ہیں، کچھ تو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ اس حد تک پہنچ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ یہ گناہ یا یہ جرم نہ کرتے، نَعُوْذُ بِاللّٰہِ گویا کہ یہ گناہ اُن سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کروایا ہو۔

اِس طرح کے دلائل ناسمجھی پر مبنی ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ وہی کرتا ہے جو صحیح ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس چیز کا حکم نہیں دیا ہے جو ہماری طاقت سے باہر ہے کیونکہ اس کا انصاف کامل ہے اور بے عیب ہے۔

سوال: کیا تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین رکھتے ہو؟ موت کے بعد زندگی کی تصدیق آپ کیسے کر سکتے ہیں؟

جواب: اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ موجودہ زندگی ایک آزمائش ہے اورآخرت کی تیاری کے لیے ہم کو دی گئی ہے، ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ سارا جہان تباہ و برباد کر دیا جائے گا اور پھر سے اس کی تخلیق ہوگی اور مُردے پھر سے زندہ ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب وکتاب کے لیے پیش ہوں گے۔

قیامت کا دن ایک دوسری زندگی کی ابتداء ہوگی، ایسی زندگی جو پھر ختم نہ ہوگی، یہ وہ وقت ہوگا کہ جب ہر ایک کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو کہ سب سے زیادہ انصاف فرمانے والا ہے انسان کے اچھے اور بُرے اعمال کی بنیاد پر اُنہیں جزا دے گا۔

اگر موت کے بعد زندگی نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو ماننا بے معنی ہو جاتا ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا بھی تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ یہ کیسا عجیب خدا ہے کہ ایک بار انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کے بارے میں اُسے کوئی پرواہ ہی نہیں ہے، بے شک اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ انصاف فرمانے والا ہے، وہ ایسے ظالم کو سزا دے گا جس کے جُرم بہت ہیں، مثلاً سینکڑوں بے قصور انسانوں کو قتل کرنے والا، معاشرے کے اندر بُرائی پھیلانے والا، اپنے آرام اور سُکھ کے لیے دوسرے انسانوں کو اپنا غلام بنانے والا وغیرہ وغیرہ۔

زندگی مختصر سی ہے ایک شخص کے اچھے یا بُرے اَعمال کی وجہ سے بہت سارے لوگ متأثر ہوتے ہیں، صحیح اور پوری پوری جزا اس مختصر سی زندگی میں نا قابلِ عَمَل ہے، قرآنِ مُقَدّس قطعی طور پر اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ قیامت کا دن آئے گا اور ہر نَفْس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا، ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ اُسے انصاف ملے اگرچہ لوگ دوسروں کے لیے انصاف کے خواہاں نہ ہوں لیکن اپنے لیے ضرور انصاف چاہتے ہیں مثلاً معاشرے کے جرائم پیشہ اور ظالم افراد، اثر ورسوخ اور طاقت کے نشے میں دُھت، لوگوں کو تکلیف اور دُکھ پہنچانے میں بالکل نہ ہچکچانے والے، ایسے لوگوں کے ساتھ اگر کہیں نا انصافی ہوجائے تو اس پر سخت اعتراض کرتے ہیں اور خوب شور مچاتے ہیں۔

ہر وہ شخص جس کے ساتھ نا انصافی ہوئی ہو، مُعاشَرتی یا معاشی اس کا کوئی بھی رتبہ ہو وہ یہ ضرور چاہے گا کہ اس پر زیادتی کرنے والے کو سزا ملے، اگرچہ مجرموں کی ایک بڑی تعداد کو سزا مل جاتی ہے لیکن کئی مجرم ایسے ہیں کہ جن کو بہت ہلکی سی سزا ملتی ہے یا پھر وہ آزاد کردیئے جاتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ وہ ایک آرام دہ خوشیوں سے بھری اور پُرامن زندگی گزار رہے ہوں، اللہ تعالیٰ کسی مجرم کو دنیا میں سزا نہ بھی دے لیکن قیامت کے روز اس مجرم کی سخت گرفت ہوگی اور اس کو سزا دی جائے گی۔

یہ صحیح ہے کہ مجرم کو اس کی سزا کا ایک حصہ اس دنیا میں مل جائے لیکن یہ سزا ناقص رہے گی بالکل اسی طرح جس نے اچھے کام کیے، لوگوں کی مدد کی اور ان میں علم پھیلایا،

ان کے ایمان کی حفاظت کا سامان کیا، زندگیاں بچائیں ،حق اور سچ کی تائید میں مشکلات اور ناانصافیوں کو صَبْر سے برداشت کرتا رہا، دنیا کی مختصر سی زندگی میں ان اچھے کاموں کی پوری پوری جزا نہیں دی جاسکتی، اس طرح کے نیک اعمال کی پوری پوری جزا اُسی زندگی میں دی جاسکتی ہے کہ جو ختم ہونے والی نہیں ہے۔

آخرت پر یقین رکھنا مکمل طور پر عقل میں آنے والی بات ہے، اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں ایسی پیدا فرمائیں ہیں جو کہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں خوشی دیتی ہیں اور اچھی لگتی ہیں جیسا کہ انصاف، اگرچہ عمومی طور پر یہ ملتا نہیں ہے۔ ایک شخص دنیا کے اندر اپنے کئی سارے مقاصد میں کامیاب بھی ہوجاتا ہے، دنیا میں سُکھ کا ایک اچھا خاصہ حصہ بھی پاتا ہے لیکن وہ اس بات کا قائل ہوتا ہے کہ دنیا انصاف کی جگہ نہیں ہے۔

یہ زندگی ہمارے وُجود کا ایک حصہ ہے اور آخرت اس کا ضروری نتیجہ ہے جس کے ذریعے سے عَدل وانصاف کا پورا توازُن قائم ہوجاتا ہے، جو یہاں نہیں ملا وہ وہاں مل جائے گا اور کسی طرح جو یہاں ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا، انسان آخرت میں اس سے محروم کردیا جائے گا۔ یہ وہ کامل اور بے عیب انصاف ہے جس کا وعدہ سب سے زیادہ انصاف کرنے والے بے عیب رب نے کیا ہے۔

سوال: کیا یہ سچ ہے کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود قرآن لکھا ہے یا اِنْجیل سے نقل کیا ہے؟

جواب: اس غَلَط فہمی کو دور کرنے سے پہلے اس چیز کو نوٹ کرنا بہت ضروری ہے کہ قرآنِ

مجید کے علاوہ کسی اور آسمانی کتاب میں بار باراور واضح دعویٰ نہیں کیا گیا کہ وہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا﴿۸۲﴾ (پ ۵، النساء: ۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اہلِ عرب اس بات کو پہچان چکے تھے کہ قرآن کی زبان بڑی مُنْفَرِد اور اُس زبان سے واضح طور پر مختلف ہے، جس کو حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور دیگر لوگ بولتے تھے باوجود اس کے کہ اُس وقت کے عرب لوگ شعر وشاعری اور زبان کی فَصاحَت وبَلاغَت میں بڑے ماہر تھے۔

مزید یہ کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ظاہراً پڑھے لکھے نہ تھے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی ایسے تعلیمی نظام کے تحت علم حاصل نہیں کیا جو اُس وقت مکہ مکرمہ اور اس کے اَطراف میں معروف تھا لیکن بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم سکھایا، قرآنِ پاک بیان کرتا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُؕ (پ ۵، النساء: ۱۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

اگر حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی کے پاس تحصیلِ علم کے لیے گئے ہوتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہم عَصْر لوگ جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے

مخالف تھے ضرور اس بات کا چرچا کرتے اور اِس سے پردہ اٹھاتے لیکن اس بات کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے کہ مخالفین نے ایسا کیا ہو، اس میں شک نہیں کہ کئی لوگوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیغام کو رد کیا جیسا کہ لوگ پچھلے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے پیغام کو رد کرتے آئے ہیں لیکن کسی نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیغام کو رد کرنے کی یہ وجہ بیان نہیں کی کہ انہوں نے کہیں سے پڑھا ہے یا سیکھ کر آتے ہیں اور پھر ہم کو اِس دعوی کیساتھ بتاتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

اس بات کو نوٹ کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اگرچہ قرآن مجید کوئی شعر و شاعری کی کتاب نہیں ہے لیکن قرآن کے نزول کے بعد عربوں کا میلان شعر و شاعری کی طرف کم ہوگیا، یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید عربی ادب کا شاہکار ہے اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دشمنوں نے یہ جان لیا تھا کہ وہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں، قرآن سے اچھا کلام پیش کرنا تو دور کی بات، قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت کے برابر بھی کچھ نہ پیش کر سکے۔

اسلام پر تنقید کرنے والے کچھ عیسائی اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قران کے بذاتِ خود مُصَنِّف تو نہیں ہیں لیکن اُنہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں سے نقل کرکے قرآن تیار کیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کسی یہودی یا عیسائی عالم کے ساتھ کوئی رابطہ نہ تھا، تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اعلانِ نبوت سے

قبل صرف تین سفر کیے، چھ سال کی عمر میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی امی حضور سیدتنا آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْہَا کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے۔اور بارہ سال کی عمر مکمل ہونے سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے چچا ابوطالب کی معیت میں شام کا ایک کاروباری سفر کیا اور پھر اپنی پہلی شادی سے پہلے جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عمر پچیس سال کی تھی حضرت خَدِیْجَۃُ الکُبْرٰی رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْہَا کے ایک تجارتی قافلے کو شام لے گئے۔ (1)

ایک صاحبِ علم عیسائی شخص جس کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جانتے تھے وہ ایک بوڑھا اور نابینا شخص تھا جس کا نام تھا وَرَقہ بن نَوفَل، وہ حضرت بی بی خَدِیْجَۃُ الکُبْرٰی رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْہَا کا رشتے دار تھا، وہ اپنا پرانا مذہب چھوڑ کر عیسائیت میں داخل ہوا تھا اور انجیل کی بڑی مہارت رکھتا تھا، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُس سے صرف دوبار ملے، پہلی مرتبہ اعلانِ نبوت سے تھوڑا سا وقت پہلے (2) اور دوسری مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ورقہ بن نوفل سے اس وقت ملے جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر پہلی وحی نازل ہوئی، (3) وَرَقہ بن نوفَل رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْہ مسلمان ہو گئے اور یہ وہ پہلے عیسائی عالم ہیں جو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے (4) اور اُس کے تین

---

1 ……سیرت مصطفٰی، ص۸۶، ۹۰ و ترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی بدء نبوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ٥/٣٥٦، حدیث: ٣٦٤٠

2 ……

3 ……بخاری، کتاب بدء الوحی، ١/٧، حدیث: ٣، ٤ و سیرت مصطفٰی، ص۱۰۹

4 ……السیرة الحلبیة، ١/٣٩٣

سال بعد انتقال فرما گئے۔[1] لیکن قرآن مجید کا نزول تیئیس[23] سال تک جاری رہا۔[2]

مشرکین میں سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعض دشمن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر بہتان باندھتے تھے کہ انہوں نے قرآن رُوم کے ایک لوہار سے سیکھا ہے جو کہ عیسائی ہے اور مکہ سے باہر اُس نے اپنا ڈیرا لگایا ہوا ہے، اُن کے اس بہتان کے رد میں اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ (پ ١٤، النحل: ١٠٣)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ تو کوئی آدمی سکھاتا ہے جس کی طرف ڈھالتے (اشارہ کرتے) ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ روشن عربی زبان۔

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دشمن بڑے قریب سے دیکھتے رہتے تھے کہ شاید اُنہیں کوئی ایسی شہادت مل جائے جس کی بنیاد پر وہ یہ ثابت کر سکیں کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک جھوٹے انسان ہیں لیکن وہ کوئی ایک موقع بھی ایسا نہ ڈھونڈ پائے کہ جس کی بنیاد پر وہ یہ بات کر پاتے کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چُھپ کر کسی خاص یہودی یا عیسائی سے ملتے ہیں۔

یہ بات سچ ہے کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہودیوں اور عیسائیوں سے مذہبی گفتگو فرمائی ہے لیکن وہ سب مُکالمے کُھلے عام مدینہ منورہ میں ہوئے جبکہ

1 ......السیرة الحلبیة، ٣/٥٢١

2 ......تفسیر بیضاوی، پ ٣٠، القدر، تحت الآیة: ٣، ٥/٥١٣

قرآنِ پاک کا نُزُول تیرہ[13] سال پہلے سے ہو رہا تھا، یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا قرآن لکھنے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مُعاوَنَت کرنا عَقْلاً نَقْلاً بے بنیاد ہے، خاص کر جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مرکزی کردار ایک ہادی اور اُستاد کا تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کھل کر یہودیوں اور عیسائیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، اُن پر واضح کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی توحید کی صحیح تعلیمات سے وہ لوگ کیسے پھرے، بہت سارے یہودی اور عیسائی حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعوت کو سن کر یہودیت اور عیسائیت چھوڑ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔

یہ اللّٰہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے آخری نبی کے طور پر ایسی ذات کو بھیجا جو کہ ظاہراً پڑھی لکھی نہ تھی تا کہ جو اعتراض کرنے والے تھے اُن کے لیے اعتراض کی کوئی گنجائش نہ رہے اور نہ کوئی یہ شک کر سکے کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قرآن پاک کو کہیں سے نقل کیا ہے، یہ بھی یاد رہے کہ جس وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قرآن پاک کے اللّٰہ کا کلام ہونے کا دعویٰ کیا اور لوگوں تک پہنچایا اُس وقت اِنْجیل مُقَدَّس کا کوئی بھی نسخہ عربی میں موجود نہ تھا، یہ سچ ہے کہ قرآن پاک اور انجیل میں کچھ مُماثَلَت پائی جاتی ہے لیکن یہ مُماثَلَت اس بات کی بنیاد نہیں بن سکتی کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر یہ الزام لگایا جائے کہ انہوں نے قرآن پاک کو انجیل سے نقل کیا ہے۔ کتابوں کے اندر مماثلت کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ بعد میں آنے والے پیغمبروں نے پہلے پیغمبروں سے نقل کیا ہے، یہ مماثلت اصل میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگلی اور

پچھلی سب کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام ہیں اس لیے ان میں مُماثَلَت ہے اور اُن سب میں توحید کا بنیادی پیغام مشترک ہے۔

سوال: قرآن دوسری نازل شدہ کتابوں سے کیسے مختلف ہے؟

جواب: ہر مسلمان کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سارے نبیوں اور رسولوں پر ایمان رکھے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس کو دل سے تسلیم کرے اگرچہ بعض آسمانی کتابیں اب بھی موجود ہیں لیکن اپنے اصلی الفاظ کہ جن میں وہ نازل ہوئی تھیں اُس پر باقی نہ رہیں، یعنی انسانوں نے اس کے اندر تبدیلیاں کرڈالیں، قرآن پاک ہی اللہ تعالیٰ کا ایسا کلام ہے کہ جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے اور وہ ہر طرح کی تبدیلی سے محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝۹ (پ ١٤، الحجر: ٩)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تشریف لانے سے پہلے جو آسمانی کتابیں تھیں جیسا کہ تورات اور انجیل وہ اُس وقت لکھی گئیں جب وہ انبیاء وصال فرما گئے جن پر یہ کتابیں نازل ہوئیں اور اس کے مُتَضاد پورے کا پورا قرآن پاک حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ظاہری زندگی میں مکمل ہو چکا تھا، کھجور کے پتوں پر، چمڑے پر اور ہڈیوں پر مسلمانوں نے لکھ لیا تھا اور پھر اس کے ساتھ ساتھ صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی بہت بڑی تعداد ایسی تھی جنہوں نے قرآن پاک کو حفظ کرلیا تھا اور اس کے جو اصل عَرَبی الفاظ

تھے ان کو اپنے سینوں اور اپنے دل و دماغ میں محفوظ کرلیا تھا مزید یہ کہ قرآن پاک کو ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں نے ہر دور میں خوب پڑھا، اس کو یاد کیا۔ حق یہ ہے کہ ہر آنے والے دور میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد قرآن پاک کو حفظ کرتی ہے اور یوں قرآن پاک کے الفاظ کی حفاظت ہوتی رہتی ہے اور کوئی مذہبی یا غیر مذہبی کتاب دنیا میں ایسی نہیں ملے گی جس کو اس طرح لکھا گیا ہو، محفوظ کیا گیا ہو اور نَسل دَر نَسل وہ ایک قوم کے اندر بہت بڑی تعداد میں حِفظ کی جاتی رہی ہو۔

قرآن پاک اس بات کو پیش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی نبی ہیں وہ اُخُوَّت کے لِحاظ سے ایک دوسرے کے ساتھ جُڑے ہوئے ہیں، سارے کے سارے نبوت کے مشن میں ایک جیسے ہیں اور وہ جو بنیادی پیغام تھا وہ سب نے انسانوں تک پہنچایا، خاص کر جو چیز سب میں مشترک رہی وہ یہ ہے کہ صرف اللہ واحد کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلایا، لہٰذا اُن سب کے پیغام کا مقصد ایک ہی تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان ہے اگرچہ دوسری کتابیں اسلام کی بنیادی مذہبی باتوں میں مُماثلت رکھتی ہیں لیکن وہ خاص طبقوں اور خاص لوگوں کے لیے نازل کی گئی تھیں لہٰذا اُن کتابوں کے اُصول وقواعد اُنہی لوگوں کے لیے ہیں جن کے لیے وہ کتابیں نازل ہوئیں، دوسری طرف دیکھا جائے تو قرآن پاک ساری انسانیت کے لیے نازل ہوا، کسی خاص قوم کے لیے نازل نہ ہوا، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ (پ ٢٢، سبا: ٢٨)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

سوال: کیا یہ سچ ہے کہ مسلمان عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام اور دوسرے پیغمبروں کو نہیں مانتے؟

جواب: اگر کوئی مسلمان عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام یا کسی بھی نبی پر ایمان نہ رکھے تو وہ مسلمان ہی نہیں، سب مسلمان عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام اور دیگر تمام انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کو مانتے ہیں، یہ مسلمانوں کے ایمان میں بنیادی بات ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہر نبی اور ہر رسول کو مانیں، مسلمان عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی بڑی عزت اور بڑا احترام کرتے ہیں اور ان کے دوبارہ تشریف لانے کے منتظر ہیں، قرآن مجید کے مطابق عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کو نہ سولی دی گئی نہ اُنہیں قتل کیا گیا بلکہ وہ آسمانوں میں اُٹھا لیے گئے۔[1]

مسلمان اس بات کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام بہت اونچی شانوں والے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے ہیں، لیکن نہ وہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے، اور حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بڑی صالحہ اور مُتَّقِیَہ خاتون تھیں، قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام بغیر باپ کے نشانِ قدرت کے طور پر پیدا ہوئے، اللہ تعالٰی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ……پ ٦، النساء: ١٥٧، ١٥٨

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ ﴿۵۹﴾ (پ۳، ال عمران:۵۹)

ترجمۂ کنز الایمان: عیسٰی کی کہاوت اللہ کی نزدیک آدم کی طرح ہے اُسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

بہت سارے عیسائی یہ جان کر چونک جاتے ہیں کہ مسلمان حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالٰی کے عظیم انبیاء اور رسولوں میں شمار کرتے ہیں، مسلمانوں کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام سے محبت کریں اور کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اس چیز کو نہ مان لے کہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور مسلمان اِن چیزوں میں اس لیے یقین نہیں رکھتے کہ انہوں نے یہ چیزیں اِنْجیل سے پڑھی ہیں بلکہ قرآنِ پاک ان چیزوں کا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں ذکر کرتا ہے لیکن مسلمان ہمیشہ اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے معجزے ہوں یا دیگر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے معجزے ہوں، وہ اللہ تعالٰی کی مرضی اور اس کی رضا اور اس کے ممکن بنانے سے ظاہر ہوتے ہیں۔

مسلمان اس بات کی سختی سے تردید کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کا کوئی بیٹا ہے اور قرآن پاک تاکیداً اس بات کو بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالٰی کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔

اِس بات کی وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ جب مسلمان اِنْجیل کی کچھ باتوں پر تنقید کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام پر حملہ کر رہے ہیں بلکہ عیسائیوں کے عقیدے مثلاً تَثْلِیث وغیرہ پر تنقید کرتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام

نے شروع نہیں کیں، اُن کا اِن چیزوں سے کوئی تعلق نہیں اور جب مسلمان اِنْجیل کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللّٰہ تعالٰی کا کلام ہے لیکن اس میں تبدیلی آ گئی اور اس میں بہت سارے مقامات پر انسانوں کے الفاظ ہیں اللّٰہ تعالٰی کے الفاظ نہیں ہیں، تو اِس تنقید کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ مسلمان عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام پر حملہ کرتے ہیں۔

مسلمان یہ یقین رکھتے ہیں کہ آج کے دور میں جو اِنْجیل موجود ہے اس میں کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے حصے موجود ہیں جو اللّٰہ تعالٰی کا اصلی کلام ہیں اور اس میں بہت سارا حصہ ایسا ہے کہ جس میں انسانوں کی دخل اندازی ہوئی اور بہت بڑی تعداد آیات کی وہ ہے جو کہ تبدیل ہو چکی ہیں اور اِنْجیلِ مُقدَّس کے مختلف ترجمے جو لوگوں کے سامنے موجود ہیں وہ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں، مسلمان اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ اصل انجیل وہ ہے جو عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی تعلیمات ہیں، وہ نہیں جو بعد کے لوگوں نے مثلاً پول (PAUL) یا دوسرے گرجا گھروں کے لیڈروں نے لکھی بلکہ اسلام دراصل اُسی توحید پر زور دیتا ہے کہ جس کی اشاعت حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام نے خوب کی اور وہ اللّٰہ تعالٰی کو ایک ماننا اور فقط ایک اللّٰہ کی عبادت کرنا ہے۔

سوال: قرآن پاک عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

جواب: عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام اُن عظیم الشان رسولوں میں سے ہیں جن کا ذکر نام کے ساتھ قرآن پاک میں موجود ہے، حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک میں ایک سورت کا نام سورۂ مریم ہے، اس سورت میں حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اور ان کے پیارے بیٹے حضرت

عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پرخوب روشنی ڈالی گئی ہے اورعیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا قرآنِ مقدس میں کئی مختلف مقامات پر ذکر کیا گیا یہاں پرہم قرآن پاک کی بعض آیات پیش کرتے ہیں کہ جن میں حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اورانکے بیٹے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر ہے:

وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْیَمَۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِیًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ﴿قف﴾ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ﴿ۖ﴾ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّاۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِیًّا ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے پورب (مشرق) کی طرف ایک جگہ الگ گئی تو ان سے ادھرایک پردہ کرلیا تو اسکی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا وہ اسکے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا بولی میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو نہ کسی آدمی نے ہاتھ لگایا نہ میں بدکار ہوں کہا یونہی ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لئے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ٹھہر چکا ہے اب مریم نے اسے پیٹ میں

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِۚ
قَالَتْ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ
نَسْیًا مَّنْسِیًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا
تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ
سَرِیًّا ﴿۲۴﴾ وَ هُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ
النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ﴿۲۵﴾
فَكُلِیْ وَ اشْرَبِیْ وَ قَرِّیْ عَیْنًاۚ فَاِمَّا
تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًاۙ فَقُوْلِیْۤ
اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ
اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّاۚ ﴿۲۶﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا
تَحْمِلُهٗؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ
شَیْــٴًـا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ
اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ
اُمُّكِ بَغِیًّاۖۚ ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِؕ قَالُوْا
كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾

لیا پھر اسے لئے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا بولی ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی تو اسے اس کے تلے سے پکارا کہ غم نہ کھا بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہا دی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکّی کھجوریں گریں گی تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی تو اسے گود میں لئے اپنی قوم کے پاس آئی بولے اے مریم بے شک تو نے بہت بڑی بات کی اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار اس پر مریم نے بچّے کی طرف اشارہ کیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچّہ ہے

قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ؕ۟ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ
جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا ﴿ۙ۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا
اَیۡنَ مَا کُنۡتُ ۪ وَ اَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَ
الزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا ﴿۪ۖ۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا
بِوَالِدَتِیۡ ۫ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡنِیۡ جَبَّارًا
شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَ
یَوۡمَ اَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾
ذٰلِکَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ ۚ قَوۡلَ الۡحَقِّ
الَّذِیۡ فِیۡہِ یَمۡتَرُوۡنَ ﴿۳۴﴾ مَا کَانَ لِلّٰہِ
اَنۡ یَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَہٗ ؕ
اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ
فَیَکُوۡنُ ﴿ؕ۳۵﴾ وَ اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَ رَبُّکُمۡ
فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۳۶﴾

(پ۱۶، مریم: ۱۶ تا ۳۶)

بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز وزکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا یہ ہے عیسٰی مریم کا بیٹا سچی بات جس میں شک کرتے ہیں اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے پاکی ہے اس کو جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو یونہی کہ اس سے فرماتا ہے ہوجا وہ فوراً ہو جاتا ہے اور عیسٰی نے کہا بے شک اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اس کی بندگی کرو یہ راہ سیدھی ہے۔

اسلام، سائنس اور صحت

سوال: کیا اسلام سائنس اور علم کی مخالفت کرتا ہے؟

جواب: اسلام علم اور سائنس کے مخالف نہیں ہے، علم دو طرح کا ہوتا ہے: دینی علم جس کے ذریعے سے اس بات کو سمجھا جاتا ہے کہ مذہبی ذمہ داریوں کو کیسے نبھایا جائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کیسے کی جائے اور دوسرا علم وہ ہوتا ہے جس کا تعلق اُن چیزوں سے ہوتا ہے جن کے ذریعے سے یہ جانا جائے کہ ہم یہاں دنیا میں ایک فائدہ منداور آرام دہ زندگی کیسے گزار سکتے ہیں، یہ مسلمان کی ضرورت ہے کہ وہ دونوں طرح کے علوم حاصل کرے، بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اسلام نے علم کی اُس وقت وکالت کی جب کہ دنیا اندھیروں میں بھٹکی ہوئی تھی اور سخت جہالت کا شکار تھی۔اور پہلی وحی جو پیغمبر اسلام حضرت محمد صَلَّی اللہ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل ہوئی اس میں علم ہی کا پیغام تھا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ(۱) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ(۲) اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ(۳) الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ(۴) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْؕ(۵)

(پ ۳۰، علق: ۱ تا ۵)

ترجمۂ کنزالایمان: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

اُس اندھیرے، جاہلانہ، ظالمانہ اور سفّاکانہ ماحول پر جس کے اندر پوری دنیا ڈوبی ہوئی تھی، یہ آیت روشنی کی پہلی کرن ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی بہت بڑی

نعمت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍۙ(۲) (پ ۲۸، الجمعہ: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

مسلمانوں کی پہلی نسلیں کچھ ہی سالوں کے اندر ایک بہت علم والی، صاف ستھری اور مذہبی قوم بن کر آگے آئیں، دینی اور دنیاوی معاملات میں مہارت ان کے اندر واضح نظر آتی تھی جبکہ دوسری قومیں صدیوں تک اس کے بعد بھی جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھیں، اسلام نے انسان کی سوئی ہوئی عقلی قوّتوں کو جگایا، اُن میں یہ احساس ڈالا اور یہ ترغیب دی کہ وہ اُن صلاحیتوں کو اللہ رب العزت کے دین کی خدمت میں صرف کریں۔

دینی علم بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر کوئی اپنی عبادت کو اس طرح سے نہیں ادا کرسکتا جس طرح سے اللہ اور اس کے رسول نے وضاحت کی اور سمجھایا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دعا سکھاتے ہوئے جس میں علم کی ترقی کا پہلو موجود ہے فرماتا ہے:

وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ﴿۱۱۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔ (پ۱۶، طٰهٰ:۱۱۴)

فائدہ مند دنیاوی علم بھی ضروری ہے، مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ ایسے علوم حاصل کریں کہ جس سے ان کو اور دوسرے مسلمانوں کو فائدہ ہو، ہمارے اسلاف نے اس حقیقت کو سمجھا تو نتیجتاً دوسری قوموں سے علمی ترقی کے حوالے سے بہت آگے بڑھ گئے اور صدیوں تک علمی میدان میں یہ مشعل مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی۔ مسلمان میڈیسن، حساب، فزکس، اسٹرانومی، جغرافیہ، ایگریکلچرل، لٹریچر اور تاریخ کے میدان میں دوسری قوموں سے بہت آگے نکل گئے۔

کئی عُلوم جن میں مسلمانوں نے دوسری قوموں کو پیچھے چھوڑ دیا تھا اُن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے مثلاً: اَلْجَبْرا، ہِنْدسہ اور صِفْر کا نظریہ مسلمانوں نے ایجاد کیا اور اس کے ذریعے سے حساب اور میتھے میٹکس (mathematics) میں بہت زیادہ ترقی ہوئی۔

اور یہ وہ عُلُوم تھے جو مسلمانوں کی طرف سے یورپ تک پہنچے اور یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے بہت سارے حساس قسم کے اوزار ایجاد کیے، دنیا کے نقشے اور سمتیں ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف، شہر سے شہر کی طرف یہ مسلمانوں ہی نے ایجاد کیں، اور اس کی وجہ سے یورپ کے لوگوں نے جونئی دنیا کو تلاش کیا، جانا اور وہاں پہنچے، یہ سب مسلمانوں کا علمی میدان میں واضح حصہ ہے۔ میڈیسن، میتھے میٹکس، اِسٹرانومی، کیمسٹری اور فزکس، ان علوم میں مسلمانوں کا حصہ اور ان کی ترقی قابلِ ذکر ہے، پورے ساز و سامان

سے بھرے ہوئے ہسپتال اور اس کے ساتھ ایک میڈیکل اسکول مسلمانوں نے شروع کیے جو کہ بڑے بڑے شہروں میں ہوتے تھے، یہ وہ اندھیرے اور جہالت کا دور تھا جب دنیا وہم میں مبتلا ہو چکی تھی اور مغربی ممالک کے لوگ بیماریوں کا علاج اَوہام کے ذریعے سے کرتے تھے۔ دوسری طرف مسلمان ڈاکٹرز بیماریوں کی تشخیص کررہے تھے، علاج تجویز کررہے تھے اور آپریشن کررہے تھے، نیز انیسویں صدی میں سب سے بڑا مسلمان ڈاکٹر جس کو مغرب میں بھی جانا اور مانا جاتا ہے اس کا نام ''الرازی'' ہے، بہت سارے سائنسی موضوعات پر انہوں نے لکھا، ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ میڈیسن کے موضوع پر انہوں نے دنیا کو دیا اور چیچک کے موضوع پر انہوں نے بہت ہی فائدہ مند کتاب لکھی، دسویں صدی کے مشہور ڈاکٹر ''ابنِ سینا'' نے میڈیسن کے موضوع پر بہت بڑی کتاب لکھی، یہ کتاب سترہویں صدی میں یورپ کے اندر میڈیکل فیلڈ میں ایک معیار کے طور پر استعمال کی جاتی رہی۔

قرآن مجید اگرچہ کتابِ ہدایت ہے مگر اس کے اندر بہت سارے تعجب خیز سائنسی حقائق بھی موجود ہیں، تعجب خیز اس لیے ہیں کہ چودہ صدیاں پہلے اِن حقائق کا حضرت محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نزول ہوا اور ان کو صحیح معنوں میں لوگوں نے نہیں سمجھا یہاں تک کہ موجودہ دور کے سائنس دانوں نے ان کی ایجادات کیں، ان کو تلاش کیا اور سمجھا۔ اگرچہ قرآن سائنس کی کتاب نہیں ہے لیکن اِس کے باوجود قرآن پاک نے ایسے کئی حقائق بیان کیے ہیں جن کو سائنٹیفک اور ٹیکنالوجیکل ترقی کے سبب بعد میں آنے والے زمانے میں خوب سراہا اور قبول کیا گیا اور یہ ایک بڑا ثبوت ہے کہ یہ کتاب قرآن

مقدس حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اپنا لکھا ہوا کلام نہیں ہے اور نہ کسی اور شخص کا، بلکہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل کیا گیا ہے۔

سوال: قرآن یہ کہتا ہے کہ صرف اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے کہ رحم میں کیا ہے، کیا یہ میڈیکل سائنس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آج کے دور میں یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟

جواب: اس سوال کا جواب دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان آیات کو خوب اچھی طرح سے سمجھا جائے جن میں اس بات کا ذکر ہے، اللّٰہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًاؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۠ (۳۴)

(پ ۲۱، لقمٰن: ۳٤)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللّٰہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اُتارتا ہے مینھ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بیشک اللّٰہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُؕ وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (۸)

(پ ۱۳، الرعد: ۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اللّٰہ جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کے پیٹ میں ہے اور پیٹ جو کچھ گھٹتے اور بڑھتے ہیں اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔

اگر کوئی قرآن پاک کی ان آیات کا بغور مطالعہ کرے تو اسے یہ اندازہ ہوگا کہ

ان آیات میں محض جنس کا ذکر نہیں کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی بلکہ قرآن پاک صرف اتنا بیان کرتا ہے کہ جو کچھ ماں کے رحم میں ہے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ کچھ لوگوں نے اِسے یوں سمجھا کہ اس سے مراد صرف ماں کے پیٹ کے اندر بچے کی جنس ہے، یعنی وہ لڑکا ہے یا لڑکی۔

دَرحقیقت ان آیات کی مراد صرف اس کا مذکر و مؤنث ہونا ہی نہیں بلکہ اس کا بدبخت یا نیک بخت ہونا، اس کا رِزْق اور اس کی عمر وغیرہ سب کو شامل ہے جیسا کہ حدیث پاک میں اس کی وضاحت موجود ہے، حضرت اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رحم میں ایک فرشتہ مقرر کیا ہے وہ کہتا ہے: اے رب! یہ نُطفہ ہے، اے رب! یہ جما ہوا خون ہے، اے رب! یہ گوشت کا لوتھڑا ہے۔ پھر جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی تخلیق کا ارادہ فرماتا ہے، تو فرِشتہ پوچھتا ہے: یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ یہ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کی مُدَّتِ حَیات کتنی ہے؟ پھر وہ ماں کے پیٹ میں لکھ دیتا ہے۔(3)

یہ سچ ہے کہ آج کے دور میں سائنس نے بہت ترقی کی ہے اور ہم ایامِ حمل میں باآسانی ''الٹراساؤنڈ اسکین'' کا استعمال کرتے ہوئے یہ جان سکتے ہیں کہ ماں کے رحم میں بچے کی جِنْس کیا ہے؟ اس طرح سے ڈاکٹرز کا بذریعۂ مشین بچے کی جِنْس کو جان لینا ان آیات کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مذکورہ بالا آیات بچے کے موجودہ اور مستقبل کے

---

1 ......بخاری، کتاب الحیض، باب مخلقة وغیر مخلقة، ۱/۱۲۸، حدیث: ۳۱۸ و مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة الخلق الآدمی فی بطن...الخ، ص۱۴۲۲، حدیث: ۲۶۴۶

حالات پر کلام کرتی ہیں، مثلاً بچے کا مستقبل کیا ہوگا؟ کیا یہ سعید ہوگا یا شَقی؟ والدین کا نافرمان ہوگا یا فرمانبردار؟ زندگی میں اس کے ساتھ کیا معاملات پیش آئیں گے؟ کیا یہ اچھا انسان بنے گا یا بُرا؟ اس کی زندگی کتنی ہوگی؟ کیا یہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں؟ یہ سب وہ باتیں ہیں کہ جن کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، (البتہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے یہ علم عطا فرمادے لہٰذا اللہ تعالی کی عطا سے اللہ کے مقرب بندوں کو اس طرح کے علوم کا حصول شرعاً درست ہے اور اسی طرح آلات کے ذریعے سے بچے کی جنس کا علم بھی اللہ عزَّوَجلَّ کی عطا ہی ہے)۔

کوئی سائنس دان اس دنیا میں اتنی سائنسی اور ٹیکنالوجیکل ترقی کے باوجود ان چیزوں کو نہیں جان سکتا اور ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے اسکے مستقبل کو کوئی بھی معلوم نہیں کرسکتا۔

سوال: قرآنِ مجید اس بات کو بیان کرتا ہے کہ انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور اس بات کو بھی بیان کرتا ہے کہ انسان نُطفے سے پیدا کیا گیا ہے، کیا یہ تضاد نہیں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ (پ۱۷، الانبیاء: ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی۔

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (پ۱۷، حج: ۵)

ترجمۂ کنز الایمان: کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے۔

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے بنایا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ انسان کے کئی مراحل کا ذکر فرمایا ہے، قرآنِ

پاک کے مطابق انسان کو سب سے پہلے پانی اور مٹی سے پیدا کیا گیا، جس سے گارا تیار ہوا اور یہ سارے انسانوں کے باپ حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام کے متعلق بیان ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ آدم عَلَیْهِ السَّلَام کی اولاد اِسی فطری اور قدرتی نظام کے تحت آگے بڑھے گی جس طرح سے دیگر جانداروں کی نسلیں آگے بڑھ رہی ہیں۔

کبھی کبھی قرآن پاک نُطفے کو پانی کے نام سے بھی بیان کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بہنے والی چیز۔ جب اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ ارشاد فرماتا ہے کہ جاندار چیزوں کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر مخلوق وہ چاہے انسان ہوں، چاہے جانور یا درخت، سب پانی سے پیدا کیے گئے ہیں اور اپنے وجود میں باقی رہنے کے لیے پانی پر موقوف ہیں لیکن یہی آیت جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا، اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ انسان اور دیگر جانور اپنے باپ کے نطفے سے پیدا کیے گئے ہیں اور اس کی تائید دوسری آیت سے ہوتی ہے جیسا کہ:

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۙ﴿۲۰﴾ (پ۲۹، مرسلٰت: ۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا۔

جہاں تک سائنسی شَوَاہِد کا تعلق ہے، سائنسی تحقیق میں ثابت کیا گیا ہے کہ انسان کے جسم کا زیادہ حصہ دوسرے جانداروں کی طرح پانی سے بنایا گیا ہے، تقریباً ستر فیصد انسان کا جسم پانی سے بنا ہے اور انسانی جسم میں وہ اَجزاء بِعَیْنِہٖ پائے جاتے ہیں جو کہ زمین کی مٹی کے اندر پائے جاتے ہیں، اِن کی تعداد اگرچہ کم ہے کیونکہ انسانی جسم میں

پانی زیادہ ہے اور مٹی کم ہے۔

سوال: اسلام میں شراب کا استعمال کیوں منع ہے؟

جواب: ہر وہ چیز جو نقصان دہ ہے یا اس کے نقصانات اس کے فائدوں سے زیادہ ہیں وہ جائز نہیں ہے لہٰذا شراب اسلام کے اندر حرام اور منع ہے۔

شراب انسانی معاشرے میں ایک لعنت بن کر ہمیشہ موجود رہی ہے، بے شمار انسانی جانیں اس کے سبب لُقمۂ اَجَل بن چکی ہیں اور لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں شراب نے تکلیف، درد اور دُکھ پیدا کیے ہیں، اعداد و شمار اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ شراب بہت گِھناؤنے جرائم، جسمانی و دماغی بیماریوں کا سبب بنتی ہے اور لاکھوں گھر اس طاقتور برباد کرنے والی شراب کے ذریعے سے برباد ہوگئے، شراب انسانی دماغ کے مرکزی نظام کو نقصان پہنچاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ نشے سے دُھت انسان ایسی موج اور مستی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے جو کہ اس کی اُس حالت سے بہت مختلف ہوتی ہے جس حالت میں اُس پر نشے کا اثر نہیں ہوتا، شراب پینے کا عادی جب نشے میں دُھت ہو تو اچھی طرح سے چل بھی نہیں سکتا، وہ شاید اپنے کپڑوں میں پیشاب بھی کردے حتّٰی کہ ایسے لوگ نشے کی حالت میں سخت بے حیائی کا کام بھی کر ڈالتے ہیں نیز اس طرح کے لوگ اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے بھی بدکاری کر لیتے ہیں۔

شراب کو اسلام کے اندر منع کرنے کے کئی اسباب ہیں، لاکھوں لوگ اس کی وجہ سے ہر سال مرتے ہیں، شراب کی وجہ سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جن کی لسٹ مندرجہ ذیل ہے:

(1)Cirrhosis of the liver
(2)Various forms of cancer.
(3)Esophagitis, gastritis and pancreatitis.
(4)Cardiomyopathy, hypertension, angina and heart attacks.
(5)Strokes, apoplexy, fits and different types of paralysis.
(6)Peripheral neuropathy, cortical atrophy, cerebellar atrophy.
(7)Anemia, jaundice and platelet abnormalities
(8)Recurrent chest infections, pneumonia, emphysema and pulmonary tuberculosis.
(9)During pregnancy, alcohol consumption has a severe detrimental effect on the fetus,causing "Fetal alcohol syndrome".

بہت سارے لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھتے ہیں اور وہ ایک حد کے اندر پیتے ہیں اور نشے کی حد سے پہلے رُک جاتے ہیں لہٰذا اُن پر نشہ نہیں چڑھتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر شراب کا عادی سوشل ڈِرنکر یعنی کبھی کبھی شراب نوشی کرتا ہے، کوئی بھی شروع ہی سے اس نیت سے شراب نہیں پیتا کہ وہ شراب کا عادی بن جائے گا، یہ عادت بس پڑ جاتی ہے، جو یہ سوچ کر شروع کرتا ہے کہ کبھی کبھی پیؤں گا یا ہلکی پھلکی پیؤں گا بالآخر وہی شخص شراب کا پکا عادی بن جاتا ہے لہٰذا یہ بہت بڑا دھوکا ہے کہ میں تو تھوڑی سی پیوں گا یا حدِ نشہ سے کم پیوں گا یا کبھی کبھار پیوں گا۔

اللہ تعالیٰ بہت حکمت والا ہے، یہ اس کی حکمت کے تقاضے ہیں کہ اس نے شراب کو حرام کر کے انسانی معاشرے کو انفرادی اور اجتماعی طور پر تحفظ فراہم کیا ہے، اسلام کے اندر شراب کا استعمال مطلقاً حرام اور ناجائز ہے لہٰذا کبھی کبھار پینا یا حدِ نشہ سے کم پینے کی بھی گنجائش اسلام میں نہیں ہے کیونکہ بالآخر اس طرح کے لوگ پکے پکے شراب نوشی کے عادی ہو جاتے ہیں، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بہت بڑا فضل ہے اور یہ چیز بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ مسلمان ایسی چیزوں سے رُکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مَنْع فرمایا اس کی بڑی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ان چیزوں کے نقصانات ہیں بلکہ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے مَنْع فرمایا ہے یعنی مسلمانوں کا مُنْتَہائے نَظَر اللہ تعالیٰ کے حکم کی اِطاعت ہوتی ہے اور اس حکم کے ماننے میں اُنہیں یہ دنیاوی فائدے بھی حاصل ہو جاتے ہیں کہ مذکورہ بالا بیماریوں سے شراب نوشی نہ کرنے والے مسلمان بچ جاتے ہیں۔

اسلام میں عورت کا مقام

سوال: کیا اسلام عورت پر ظلم کرتا ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات اور بعض مسلمانوں کے عمل میں فرق کیا جائے، اگرچہ ایسا ممکن ہے کہ بعض مسلمان معاشروں میں کچھ لوگ عورت پر ظُلم کرتے ہوں اور بعض اوقات ایسا ہوتا بھی ہے لیکن اس سے اُن لوگوں کے مقامی رَسْم وَرَواج کا ظہور ہوتا ہے، یہ اسلامی تعلیمات کا اثر نہیں ہوتا کیونکہ

اسلامی تعلیمات کے مطابق عورت کو جو تحفظ اور جو مقام دیا گیا ہے وہ بہت اونچا ہے، اسلام اس بات کی توقع رکھتا ہے کہ اِس دین کے ماننے والے، عورت کے مقام کو حفاظت کے ساتھ بلند سطح پر رکھیں اور وہ اُس کے معاشرتی مقام کی حفاظت کریں اور اس کے رُتبے کو چھوٹا کرنے کی ہر سازش کو ناکام بنائیں، اسلام اس بات کی واضح تعلیم دیتا ہے کہ عورتیں اپنی اصل یعنی انسان ہونے کے اعتبار سے مَردوں کے برابر ہیں، سب انسان عزت، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے حساب و کتاب اور جزاوسزا پانے کے حوالے سے برابر ہیں، آج مغربی معاشرے میں عورت کو بالکل ایک جنسی چیز بنا دیا گیا ہے۔

یہ بات کہ اسلام عورت کو دوسرے نمبر کے شہری کا درجہ دیتا ہے یا اس کا مقام مرد سے آدھا ہے یہ صرف وہم ہے اور بہت بڑی غلط فہمی ہے، اسلام نے چودہ سو سال پہلے عورت کے مرتبے کو بہت بلند کر دیا، اُنہیں تعلیم کا حق دیا، انہیں اپنا خاوند اختیار کرنے کا حق دیا، اُنہیں وراثت میں حصہ ملا، الغرض ایک سلطنت میں عورت کو مکمل شہری ہونے کا مرتبہ اسلام نے دیا، یہ حقوق صرف جسمانی حوالے سے یا شادی کے حوالے سے ہی نہیں بلکہ اسلام کے احکام میں جو مہربانی اور محبت اور جو نرم دلی عورت کے حق کے معاملے میں بیان کی گئی ہے وہ بڑی مثالی اور واضح ہے، مرد و عورت انسانیت کے دو بہت اہم اجزاء ہیں، ان دونوں کے حقوق اور ذمہ داریاں اپنی اپنی جنس کے اعتبار سے مُتَوَازِن، کامل اور مکمل ہیں اگرچہ اُن کے جسمانی اور ذہنی فرق کی وجہ سے انکی ذمہ داریاں ایک دوسرے سے کئی سارے معاملات میں مختلف ہیں لیکن ہر ایک اپنی ذمہ داری کا حساب

دِہ ہے، اور اُسے وہ ذمہ داری احسن طریقے سے نبھانی ہے، اسلامی قانون کے مطابق جب عورت کی شادی ہوجاتی ہے تو وہ اپنا پہلا نام بدلنے پر مجبور نہیں کی جاسکتی اُسے اس بات کی پوری اجازت ہے کہ وہ اپنا منفرد نام اور پہچان باقی رکھے۔

اسلامی شادی میں دولہا دلہن کو مہر دیتا ہے، اس کی مالکہ دلہن ہی ہے، وہ دلہن کے باپ کے لیے نہیں ہوتا، وہ اس کی ذاتی ملکیت ہے چاہے تو وہ اپنے پاس رکھے اور چاہے تو کسی کاروبار میں اس کو لگادے لہٰذا کسی مرد رشتہ دار کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ عورت پر زبردستی کرے کہ وہ اس پیسے کے ساتھ کیا کرے اور کیا نہ کرے، البتہ عورت کے فائدے کیلئے اُسے مشورہ دے سکتا ہے۔

قرآن پاک نے یہ ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے کہ وہ اپنی ساری رشتہ دار عورتوں کی حفاظت کرے اور ان کے نان ونفقہ کا انتظام کرے، اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ عورت کی اپنی جائیداد موجود ہو لیکن یہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی اور اپنے پورے خاندان کی دیکھ بھال کرے اور اُن کے نان ونفقہ اور عزت کا خیال رکھے۔

عورت پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنا پیسہ اپنے خاندان کے نان ونفقہ پر خرچ کرے لہٰذا یہ نظام ایسا ہے کہ جس میں عورت کو کمانے کی تکلیف سے آزاد کردیا گیا ہے، ہاں اگر وہ کام کرنا چاہے تو کرسکتی ہے جبکہ حالات اس کا تقاضا کریں، مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ ان اصولوں کی پابندی کرے جو شریعت مُطَہَّرہ نے عورت کے کام کرنے کے حوالے سے فراہم کیے ہیں۔ شَیخِ طریقت، اَمیرِ اَہلسُنَّت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَهْ کی کتاب ''پردے کے بارے

میں سوال جواب'' اس حوالے سے پڑھنا بہت ضروری ہے کہ اس میں دیگر بہت ساری معلومات کے ساتھ ساتھ عورت کی نوکری کے حوالے سے شرائط لکھی ہیں۔

ایک خاندان کسی بھی انجمن، آرگنائزیشن یا جماعت کی طرح ایک قیادت اور نَظْم وضَبْط کا تقاضا کرتا ہے لہٰذا قرآنِ مُقَدَّس نے اس چیز کو بیان فرمایا کہ خاوند کو اس کی بیوی پر ایک درجہ بڑا مرتبہ عطا کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں گھر کو چلانا اور گھر کی حفاظت کرنا ہے، یہاں اس بات کو نوٹ کرنا بہت اہم ہے کہ یہ جو گھر چلانے اور گھر والوں کی حفاظت کی ذمہ داری مرد کو دی گئی ہے یہ اِس بات کا لائسنس نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر والوں پر ظُلْم یا زیادتی کرے بلکہ یہ اُس کی بیوی اور بچوں کا ایک بوجھ ہے جو شریعت نے اس کے کندھوں پر ڈالا ہے، اس معاملے میں بھی عورت کو ہر طرح کی تکلیف اور مشکل سے بچایا گیا ہے اور جو تکلیف والا پہلو ہے وہ مرد کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے۔

سوال: مسلمان عورتیں اپنا چہرہ کیوں چھپاتی ہیں؟

جواب: مسلمان عورتوں کا اس طرح کا لباس پہننا کہ جس میں ان کا پورا چہرہ چھپا ہوا ہو کچھ لوگوں کو ایسا لگتا ہے کہ یہ درست نہیں ہے، خاص کر آج کل کے مغربی معاشرے میں کچھ لوگ اس کو عجیب سمجھتے ہیں لیکن اسلامی اعتبار سے اِس عمل کے اندر اَخلاقی، معاشرتی اور قانونی پہلو موجود ہیں۔

اسلام نے مرد و عورت کے کردار اور ان کی ذمہ داریوں کی وضاحت کردی ہے اور ان کے جو حقوق ایک دوسرے پر ہیں اُن کی بھی وضاحت کردی ہے اور یہ سب اس

لیے ہے کہ معاشرے کے اندر ایک زبردست توازُن رہے۔

جب مرد و عورت باقاعدہ اسلامی لباس پہنتے ہیں تو وہ نہ صرف اپنی عزت اور مقام و مرتبے کی حفاظت کر رہے ہوتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ معاشرے کے اَمْن اور نَظْم وضَبْط کو بھی مضبوط کر رہے ہوتے ہیں۔

اسلام نے عورت کے لباس کے بارے میں بڑی واضح ہدایات دے دی ہیں، اُن کا لباس بالکل چُست نہ ہو کہ جس سے جسم کے اُتار چڑھاؤ واضح ہوں اور اتنا باریک نہ ہو کہ جِلد کی رنگت نظر آئے۔

ایسا لباس ہو کہ پورے کا پورا جسم ڈھکے، مسلمان عورتیں اس طرح کا لباس اس لیے نہیں پہنتیں کہ ان کے باپ یا بھائی یا خاوند کا حکم ہے اور ان کی اطاعت کرتے ہوئے ایسا کر رہی ہیں بلکہ وہ اس لیے کرتی ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کے جذبے کے تحت اور ثواب کے لیے وہ یہ کام کرتی ہیں۔

مَرد اور عورت دونوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے کردار اور اَخلاق میں صاف سُتھرے اور عِفّت مآب ہوں اور اس طرح کا لباس نہ پہنیں کہ جس میں دوسروں کے لیے خواہش یا شہوت کی دعوت موجود ہو، دونوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف وہی دیکھ سکتے ہیں جس کے دیکھنے کی اجازت ہے تاکہ وہ اس طرح سے اپنی پاکیزگی اور طہارت کی حفاظت کر سکیں، اللہ تعالیٰ مردوں اور عورتوں کو قرآن پاک میں آنکھوں کی حفاظت کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ
وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْؕ
اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ(۳۰) وَ قُلْ
لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ
یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ
زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ
بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ
زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ
اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ
بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ
اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا
مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ
اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ
الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ
النِّسَآءِ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ
لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّؕ وَ
تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(۳۱)

(پ۱۸، النور: ۳۰، ۳۱)

مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے بے شک اللّٰہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے، یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی مِلک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار اور اللّٰہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

اسلام کا یہ حکم کہ عورت اپنی نمائش اور خوبصورتی کو چھپائے، اس وجہ سے ہے کہ اُس کی اپنی ذاتی پہچان اور اُس کی حفاظت پر اثر نہ پڑے سوائے اِس کے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں (مَحارِم) میں ہو، اسلام نے عورت سے اس بات کا تقاضا کیا ہے کہ وہ اپنے جسم کو شرم وحیاء والے لباس کے ساتھ چھپائے۔

قرآنِ پاک اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے عورت کو اس طرح کا لباس پہننے کا حکم کیوں دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۵۹ (پ ۲۲، الاحزاب: ۵۹)	ترجمۂ کنز الایمان: اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سوال: اسلام ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت کیوں دیتا ہے؟

جواب: اسلام ایک حد کے اندر تعَدُّدِ اَزواج کی اجازت دیتا ہے، یہودیوں کی تورات میں اور عیسائیوں کی اِنجیل میں ایک سے زیادہ شادیوں پر کوئی حد نہیں ملتی، ان کتابوں کی رو سے اس بات کی حد موجود نہیں ہے کہ ایک مرد کتنی عورتوں سے نکاح کرسکتا ہے لہٰذا اگر کوئی یہودی یا عیسائی درجنوں عورتوں سے بھی شادی کرلے تو اس کا مذہب اُسے

اس سے منع نہیں کرتا، واضح رہے کہ تَعَدُّدِاَزواج صرف اسلام کیساتھ خاص نہیں ہے بلکہ پہلے کے یہودی اور عیسائی اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔تورات کے مطابق ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی تین بیویاں تھیں جبکہ سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی سینکڑوں بیویاں تھیں۔

یہودیت کے اندر تَعَدُّدِاَزواج پر عمل جاری رہا یہاں تک کہ ان کے ایک مذہبی رہنما ''گِرشم بن یہودہ (955-1030 CE)'' نے اس کے خلاف فتویٰ دیا، یہودیوں کا کٹر مذہبی طبقہ 1950ء تک تَعَدُّدِاَزواج پر عمل کرتا رہا یہاں تک کہ اسرائیل کے سب سے بڑے راہب نے ایک سے زیادہ شادیوں پر پابندی عائد کردی، نتیجتًا یہودیوں کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنا منع کردیا گیا۔

عیسائیت میں تَعَدُّدِاَزواج کا عمل بہت عرصے تک جاری رہا، ایک شخص جتنی چاہے بیویاں رکھ لے کیونکہ انجیل نے زیادہ شادیوں کی کوئی حد بیان نہیں کی البتہ اس دور میں گرجے کے پادریوں نے یہ پابندی عائد کی ہے کہ ایک مرد صرف ایک ہی بیوی رکھ سکتا ہے۔

جس دور میں مردوں کو غیر محدود بیویاں رکھنے کی اجازت تھی، اسلام نے اُن کی زیادتی پر پابندی عائد کی اور چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کو منع فرمادیا، قرآن کے نزول سے پہلے بیویوں کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ کی تعداد پر کوئی حد بندی نہیں تھی جس کی وجہ سے مرد ڈھیروں بیویاں رکھتے تھے، قرآن نے زیادہ سے زیادہ کی حد بھی بیان کی اور ساتھ میں برابری اور انصاف کی کڑی شرطیں بھی لگادیں، اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً ترجمۂ کنز الایمان : پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔ (پ ٤، النسآء:٣)

مسلمان کیلئے تَعَدُّدِ اَزواج کا عمل ضروری نہیں، اسلام میں ایک سے زیادہ بیوی نہ تو منع کی گئی ہے نہ ہی اس کی ترغیب دی گئی ہے، مزید یہ کہ ایک مسلمان جس کی دو یا تین یا چار بیویاں ہوں وہ اِس وجہ سے اُس مسلمان سے بہتر نہیں ہو جاتا جس کی ایک بیوی ہے لہٰذا ایک سے زیادہ نکاح کرنا کوئی فضیلت کی بات نہیں۔

اگر چہ تَعَدُّدِ اَزواج کا عمل بہت سارے اَدیان اور تہذیبوں میں پایا جاتا ہے لیکن مغربی ممالک کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا تعلق صرف دینِ اسلام سے ہے جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ اسلام نے بیویوں کی تعداد پر حد بندی کا قانون بنایا تاکہ لوگ اس معاملے میں عورتوں کے حقوق پامال نہ کرتے پھریں، قرآن کریم نے مرد کو چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ ان سب کے حقوق پورے کر سکے اور سب کے ساتھ برابر کا سلوک کرے، مسلمانوں کے نزدیک قرآن پاک کا یہ حکم عورتوں اور خاندانوں کے مرتبے کو مضبوط کرتا ہے، جہاں اسلام نے غیر محدود بیویاں رکھنے پر پابندی لگائی وہاں وہ عورتیں جن کے خاوند جنگوں میں فوت ہو گئے وہ بیوہ ہو گئیں اور ان کی تعداد نسبتاً مردوں سے بڑھ گئی، نکاح کے ذریعے سے اسلام نے ان کو تحفظ دیا ہے۔

کچھ ایسے حالات جن میں دوسری بیوی رکھنا فائدہ مند ہوتا ہے مثلاً اگر غیر شادی شدہ عورتوں کی تعداد معاشرہ میں مردوں کے مقابلے میں بڑھ جائے، خاص کر جنگوں کے دوران جب بیوہ عورتوں کو چھت اور نان و نفقہ کی حاجت ہو، ویسے بھی مرد عورتوں

کی بانسبت زیادہ مرتے ہیں، اکثر جنگوں میں عورتوں کے مقابلے میں مرد ہی زیادہ مرتے ہیں، عموماً عورتیں مردوں سے زیادہ زندہ رہتیں ہیں، نتیجتاً مردوں کی تعداد عورتوں کی تعداد سے کم ہی ہوتی ہے لہٰذا اگر ایک غیر شادی شدہ مرد ایک ہی عورت سے شادی کرے تو لاکھوں عورتیں ایسی ہونگیں کہ جن کو خاوند نہیں مل سکیں گے۔

مغربی معاشرے میں شادی شدہ مردوں کا گرل فرینڈ یا رَکھیل (محبوبہ معشوقہ) کا رکھنا ایک عام سی عادت ہے اور اس عادت پر اُس معاشرے میں بہت کم تنقید کی جاتی ہے جب کہ اُس کے نقصانات سے ہر کوئی واقف ہے، دوسری طرف تَعَدُّدِ اِزْدِواج کے عمل کو مغربی معاشرے میں بالکل ممنوع قرار دے دیا گیا ہے جبکہ اِس کے کوئی نقصانات نہیں بلکہ اس کی وجہ سے عورت کی عزّت وعفّت کا تحفظ ہوتا ہے۔

عورت اگر چہ دوسری، تیسری یا چوتھی بیوی ہی کیوں نہ ہو، بہرحال وہ بیوی ہے رَکھیل نہیں ہے، اس کا ایک خاوند ہے جس پر اسلامی قانون کے مطابق اس عورت کا اور اس کے بچوں کا نان ونَفَقہ واجب ہے، اس خاوند کی مثال اُس BoyFriend کی طرح نہیں ہے جو ایک دن بڑی آسانی سے عورت کو اپنے سے جدا کر دیتا ہے، جب عورت کو حمل ہو جاتا ہے تو وہ اُس عورت کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسری بیوی جس کی قانوناً شادی ہوئی ہے اس کی عزت ہے، قانوناً اس کے حقوق محفوظ ہیں، معاشرے میں اس کو ایک عزت دار عورت کی طرح قبول کیا جاتا ہے، اِس کے برعکس رَکھیل کی نہ معاشرے میں عزت ہے اور نہ کوئی قانونی حق، اسلام سختی سے جسم فروشی اور زنا کو منع کرتا ہے البتہ سخت شرائط اور تعداد کی حد بندی

کے ساتھ ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت بھی دیتا ہے۔

سوال: اگر مرد کو ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت ہے تو عورت کو ایک سے زیادہ خاوند رکھنے کی اجازت کیوں نہیں ہے؟

جواب: اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو کہ غالب حکمت والا ہے اس نے مرد اور عورت کو ہر معاملے میں بِعَیْنِہٖ ایک جیسا نہیں پیدا کیا، وہ ایک دوسرے سے جسمانی، عقلی اور جذباتی اعتبار سے کافی مختلف ہیں اور ان کی صلاحیتیں بھی ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ اُن کی ذمہ داریاں بھی ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں لیکن وہ ایک دوسرے کی ذمہ داریوں کو سراہتے ہوئے زندگی میں آگے بڑھتے ہیں۔

کچھ لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ مرد کو تو ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت ہے، عدل وانصاف کا تقاضا پھر یہی ہے کہ عورت کو بھی ایک سے زیادہ خاوندوں کی اجازت ہونی چاہیے، ہم ذیل میں کچھ اسباب بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ عورت کو ایک سے زیادہ مرد رکھنے کی اجازت کیوں نہیں ہے۔

- مردوں کا ایک سے زیادہ نکاح کرنا عورتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے مسئلے کو حل کرتا ہے۔
- فطرتی طور پر مرد کے اندر تَعَدُّدِ اَزواج کا میلان موجود ہے جبکہ عورتوں کے اندر فطرتاً یہ بات نہیں ہے۔
- اسلام اس بات کو بہت اہمیت دیتا ہے کہ بچے کے ماں اور باپ دونوں کی پہچان واضح ہو، جب مرد کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اس شادی میں بچے کے ماں

اور باپ دونوں کی پہچان باآسانی ہوسکتی ہے لیکن اگر عورت نے ایک سے زیادہ خاوندوں سے شادی کی ہو تو اس صورت میں صرف ماں کا پتا تو یقینی طور پر لگ سکتا ہے لیکن باپ کا پتا لگانا یقینی طور پر بہت مشکل ہے، پھر اس کے لیے میڈیکل ٹیسٹ کروانے کی حاجت پڑے گی کہ کس کے نُطْفے سے بچہ پیدا ہوا ہے، ٹیسٹ بھی ہمیشہ صحیح نہیں ہوتے یہ بات تجربہ سے ثابت ہوچکی ہے، جس باپ کو یہ یقین نہیں ہوگا کہ یہ بچہ میرا ہے تو وہ اس کی تربیت اور نان ونَفَقَہ کے بارے میں لاپرواہ ہوجائے گا اور ماہرینِ نفسیات بتاتے ہیں کہ یہ صورتِ حال بچے کے لیے ذہنی تکلیف اور ناخوشگوار بچپن کا سبب بن سکتی ہے۔

سوال: اسلام میں زِنا کی سزا اتنی سخت کیوں ہے؟

جواب: اسلام میں سزاؤں کی ایک معاشرتی وجہ ہے تاکہ دوسروں کو اس طرح کا جرم کرنے سے روکا جائے، جس سنجیدہ نوعیت کا جرم ہوتا ہے اس کے حساب سے اس کی سزا رکھی گئی ہے، آج کل کچھ لوگ زِنا کی سزا کی مخالفت اس لیے کرتے ہیں کہ اُنہیں لگتا ہے کہ اس میں توازن نہیں ہے یا سزا بہت سخت ہے، بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں مختلف معیار ہیں جس کی بنیاد پر مختلف جرائم کے نقصانات کو ناپا جاتا ہے۔

اسلام میں زِنا سخت جرم شمار ہوتا ہے کیونکہ یہ خاندان کی اُن بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے جس پر ایک خاندان کی تعمیر ہوتی ہے، مرد وعورت کے ناجائز تعلقات خاندان کو ڈھا دیتے ہیں اور معاشرتی نظام کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے ہیں، خاندانوں کا ٹوٹ پھوٹ جانا، آنے والی نسلوں کی ذہنی اور جسمانی صحت کو بُری طرح اثر انداز کرتا ہے جو کہ متاثرین کو گناہ بھرے موڑ پر لاکر کھڑا کر دیتا ہے، جس میں ہر طرف خواہشاتِ نَفْس،

شہوت اور لڑائی جھگڑا ہوتا ہے۔اس لیے یہ لازم ہے کہ ہر وہ طریقہ اپنایا جائے جس کے ذریعے سے خاندان کو بچایا جاسکے، یہی وجہ ہے کہ اسلام خاندانوں کے تحفظ کا داعی ہے اور ہر جرم جس کی وجہ سے یہ خاندانی تعمیر ٹوٹتی ہوئی نظر آتی ہے اس پر سخت سزائیں دینے کا اسلام نے حکم دیا ہے، یہ سزائیں مرد وعورت کے لیے یکساں ہیں۔

سوال: اسلامی قانون کے مطابق عورت کو مرد کے مقابلے میں آدھا حصہ کیوں ملتا ہے؟

جواب: اسلام نے وِراثت کے اُس نظام کو ختم کیا جس میں سارے کا سارا ترکہ بڑے بیٹے کو ملتا تھا، قرآن پاک کے حکم کے مطابق عورت کو خود بخود اپنے باپ، خاوند، اپنے بیٹے اور اپنے اُس بھائی سے جس کی کوئی اولاد نہ ہو یا صرف بیٹیاں ہی ہوں، وراثت میں حصہ ملتا ہے۔

قرآن پاک میں وِراثت کے اندر حصہ پانے والے حق داروں کی بڑی وضاحت کے ساتھ تفصیل بیان کی گئی ہے، سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱۔۱۲۔اور ۱۷۸ میں قریبی رشتے داروں کے وِراثت میں حقوق بیان کردیئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بچوں، ماں باپ اور میاں بیوی کے وِراثت میں حقوق کو خوب واضح کردیا ہے اور اُس کو لوگوں کی صوابدید اور جذبات کی نظر ہونے سے محفوظ فرمادیا ہے، بعض قریبی رشتے داروں کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے دور والے رشتہ دار بھی حصہ پاتے ہیں۔وِراثت کی تقسیم میں ہمارے خالق کے بے عیب ہونے اور علم وحکمت کا نظارہ نظر آتا ہے کہ ایک ایسا مُتَوازِن نظامِ وراثت قائم کیا کہ جس میں ہر شخص کو اسکی ذمے داریوں کے حساب سے مختلف حالات میں اس کا حصہ ملتا ہے۔

بہت صورتوں میں عورت کو مرد سے آدھا حصہ ملتا ہے، بہر کیف ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا، بعض صورتوں میں عورتوں کو مرد کے برابر بھی حصہ ملتا ہے اور بعض صورتوں میں عورت کو مرد سے زیادہ وراثت بھی ملتی ہے اور جب مرد کو زیادہ حصہ دیا جاتا ہے تو وہ بھی خوب سمجھ میں آنے والا اور عقلاً نقلاً ہر اعتبار سے درست ہے، اسلام میں عورت پر معاشی طور پر کوئی ذمے داریاں خاندان کے لیے نہیں ڈالی گئیں اگرچہ وہ مال دار ہی کیوں نہ ہو یا اس کا اپنا کوئی آمدنی کا ذریعہ ہو، معاشی ذمے داریوں کا بوجھ صرف اور صرف مرد کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے، جب عورت غیر شادی شدہ ہوتی ہے تو قانوناً اس کے نان ونفقہ اور اخراجات باپ یا بھائی کی ذمے داری ہوتی ہے، جب اس کی شادی ہو جائے تو پھر یہ ذمہ داری اس کے خاوند پر یا بالغ بیٹے پر پڑتی ہے، اسلام نے مرد پر اپنے خاندان کی ہر طرح کی معاشی ضرورت کی ذمہ داری ڈالی ہے۔

لہٰذا وراثت کے حصوں میں فرق کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ایک جنس کو دوسری جنس پر ترجیح دی گئی ہے، یہ فرق صرف اس بات کی نمائندگی کرتا ہے کہ گھر کے افراد میں ذہنی، نفسیاتی اور جسمانی فرق کی وجہ سے ان کی ذمہ داریاں الگ الگ ہیں اور ان کی ذمے داریوں کے حساب سے سب کو صحیح اور متوازن حصے دیئے گئے ہیں۔

الغرض عورت کا گھر میں یہ کردار ہے کہ وہ گھر کو سنبھالے اور گھر کے اندر جو ضرورتیں ہیں ان کو پورا کرے لہٰذا اس کو معاشی ذمے داریوں کے بوجھ سے آزاد کر دیا گیا ہے، اُس کو وراثت میں حصہ ملتا ہے لیکن وہ سارے کا سارا اُس کا اپنا ہے، وہ چاہے تو استعمال کرے، چاہے تو سنبھال کر رکھ لے اور جو چاہے اس مال کے ساتھ کرے، کسی دوسرے

شخص کو اس کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اس کے حصے پر کسی قسم کا دعویٰ کرے اور اس کے مَدِّ مُقابِل جو مرد کو ملتا ہے وہ اس کے مال کا حصہ بن جاتا ہے جس میں سے اُس نے اپنے بال بچوں پر، گھر کی خواتین پر اور اپنی ضرورتوں پر خرچ کرنا ہے لہٰذا اُس کے حصے میں جو آیا وہ تسلسل کیساتھ کم ہوتا رہتا ہے۔

فرض کرو کوئی شخص فوت ہوگیا اور اس نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیچھے چھوڑے، بیٹا جب مہر ادا کرے گا اور اپنی بیوی کا نان ونَفَقَہ دے گا تو اس کی وِراثت کا حصہ استعمال ہوگا بلکہ جب تک اس کی بہن کی شادی نہیں ہوجاتی وہ اپنی بہن پر بھی خرچ کرے گا، مزید پیسے کے لیے اُسے کام کرنا پڑے گا، بہرحال اس کی بہن کا حصہ ویسے ہی محفوظ رہے گا اور اگر وہ اس رقم کو کسی کاروبار میں لگادے تو شاید اس کا حصہ اور بڑھ جائے، جب اس کی شادی ہوگی تو خاوند سے مہر وصول کرے گی اور اس کا خرچہ بھی اس کا خاوند اُٹھائے گا اور اس پر کسی قسم کی معاشی ذمے داری بھی بالکل نہیں ڈالی گئی، یہ سب دیکھتے ہوئے ایک مرد شاید اس نتیجے پر پہنچے کہ اسلام نے عورت کو مرد پر ترجیح دی ہے اور عورت کو مرد سے زیادہ دولت عطا کی ہے۔

اس کے علاوہ مسلمان کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ اپنی جائیداد کا تیسرا حصہ اپنی صَوابدِیْد کے مطابق کسی ایسے شخص کے نام وصیت کرجائے جس کا وراثت میں حصہ مقرر نہیں ہے، وہ چاہے تو اُس تیسرے حصے سے کسی غریب مرد وعورت یا کسی دور کے رشتے دار کی مدد کرنے کی وصیت کرجائے اور انسان یہ بھی کرسکتا ہے کہ اس تیسرے حصے کو کسی کارِ خیر، نیکی کے کام میں لگانے کی وصیت کرجائے تاکہ مرنے کے بعد اُسے ثواب ملتا رہے۔

اِسلام اور دہشت گردی

سوال: جہاد کیا ہے؟

جواب: مغربی معاشرے میں عموماً بہت غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، جتنا شدید ردِ عمل لفظ ''جِہاد'' پر سامنے آتا ہے شاید ہی کسی اور اِصطلاح پر آتا ہو۔

عربی لفظ جہاد کے معنی عمومی طور پر مغربی دنیا میں ''مقدس جنگ'' (Holywar) کے سمجھے جاتے ہیں حالانکہ اس کا لغوی معنی ہے ''کوشش کرنا اور کسی کام میں خوب تگ ودو کرنا''، یہ بات غلط ہے کہ لفظِ جہاد ہمیشہ لڑائی اور جنگ کا مترادف ہے جب کہ لفظِ جہاد کے معانی کا صرف ایک پہلو جنگ ہے۔

جِہاد سے مراد یہ ہے کہ اچھا کام کرنے کی کوشش کرتے رہنا اور ظلم کے خاتمے کے لیے جدوجہد کرنا، اپنے آپ اور معاشرے کو برائیوں سے بچانے کے لیے تگ ودو کرنا، یہ جدوجہد کبھی روحانی ہوتی ہے، کبھی معاشرتی ہوتی ہے، کبھی معاشی ہوتی ہے اور کبھی سیاسی ہوتی ہے۔

دراصل جِہاد ایسا عمل ہے جو زندگی بھر جاری رہتا ہے اور اس کا دائرہ بہت وسیع ہے، لفظ جہاد صرف ہتھیار اُٹھا کر جنگ لڑنے تک محدود نہیں ہے بلکہ حق کی طرف دعوت، حق بات کی شہادت وگواہی اور مضبوط دلائل سے حق کی وضاحت کرنا، یہ سب جہاد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی روح کو پاک وصاف کرنے کی کوشش کرتے رہنا، اپنے ایمان کو مضبوط کرنا، اچھے کاموں کی طرف میلان پر اپنے نفس کو مجبور کرنا اور برائیوں

اور نا جائز خواہشات سے اپنے آپ کو دور رکھنا۔

پھر جہاد مال سے بھی ہوتا ہے جس کا مطلب ہے کہ کئی طرح کے اچھے کاموں میں اپنا مال خرچ کرنا، اس میں صدقہ وخیرات اور دیگر رفاہِ عامہ کے کام شامل ہیں۔ اپنی ذات کے ذریعے جہاد کرنا، اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اچھے کام کرے، مثلاً نیکی کی دعوت دینا، برائی سے منع کرنا اور جائز طریقے سے ظلم اور بربریت کے خلاف ہتھیار اُٹھانا وغیرہ۔

کسی غیر ملک کے تَسَلُّط، کسی حکمران کا لوگوں کی آزادی کو چھین لینا، انصاف واخلاق کے اصول اور قدریں مٹا دینا اور لوگوں کو حق کہنے یا حق کے راستے سے منع کرنا یہ وہ مظالم ہیں کہ اسلام نے جہاد کے نام پر ان سے حفاظت کی ضمانت عطا فرمائی ہے۔

جہاد کا یہ مطلب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقائد کی تَرویج واِشاعَت میں کوشش کرنا، صرف اُسی کی عبادت کی دعوت دینا، اچھی قدریں اپنانا، اَخلاقِ حَسَنہ اور نیک کاموں کی اچھے انداز میں ترغیب ودعوت دینا، یہ سب جہاد ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾

(پ ۱٤، النحل: ۱۲۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔

جہاد کے نام پر اسلام معاشرے کی اصلاح اور جہالت، توہُّمات، غُربت، بیماریاں اور نَسْل پَرَستی کے خاتمے کی دعوت دیتا ہے، جہاد کا ایک بڑا ہدف یہ بھی ہے کہ معاشرے کے کمزور اور پسے ہوئے افراد کی طاقتور اور اثر ورسوخ والے افراد سے حفاظت کی جائے، اسلام ظلم کی شدید مذمت کرتا ہے اگر چہ ان لوگوں پر ہی کیوں نہ ہو جو کہ دین اسلام کی مخالفت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ (پ٦، المائدہ:٨)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو ان لوگوں کے بارے میں حکم فرمایا جنہوں نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا:

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ (پ٦، المائدہ:٢)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے۔

بعض افراد یا کسی قوم کی دشمنی مسلمانوں کو اس چیز پر نہ اُبھارے کہ وہ ان پر ظُلم کریں یا ان کے حقوق پامال کریں۔

جِہاد کی اقسام میں ایک بڑا جہاد یہ ہے کہ ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہا جائے، اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا بھی عظیم جِہاد ہے اور ایک جِہاد یہ بھی ہے کہ اس وقت ہتھیار اُٹھالیں جب مسلمانوں پر یا مسلمان ملک پر حملہ ہو یا حملہ ہونے کا امکان ہو اور

مسلمان اُسکی حفاظت کریں لیکن یہ آخری قسم کا جہاد جس کی جنگ سے تعبیر کی جاتی ہے مسلمانوں پر اس وقت فرض ہوتا ہے جب کہ اس کا اعلان ایک صحیح مسلمان حکومت کے حکمران کی طرف سے ہو جو کہ شرعی شرائط کے مطابق مسلمانوں کا خلیفہ مانا جاتا ہو۔

جہاد کا مطلب بہت وسیع ہے صرف جنگ نہیں ہے جیسا کہ مغرب میں سمجھا جاتا ہے، جب ظُلم کیا جارہا ہو، آزادی چھینی جارہی ہو اور حق تلف کیے جارہے ہوں نیز مذاکرات اور پُراَمْن کوششیں ناکام ہوجائیں تو ان کے مسائل کا آخری حل جنگ ہے اور اس کو ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے، جہاد کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ لوگوں پر زبردستی کرکے انہیں مسلمان بنایا جائے یا ان کی جائیدادوں پر قبضہ کرلیا جائے یا اپنی شان وشوکت اور طاقت دکھانے کے لیے لوگوں سے جنگ کی جائے، جہاد کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اپنی اور دوسروں کی جان ومال، عزت وآبرو، آزادی اور جائیداد وغیرہ کی ظالموں سے حفاظت کی جائے اور اِعْلائے کَلِمَۃُ الْحَق کے راستے میں جو رکاوٹیں ہوں ان کو دور کیا جائے۔

سوال: کیا اسلام جنگ وقتال کرنے والا دین ہے؟

جواب: اسلام میں طاقت کا استعمال خاص صورتوں میں جائز ہے، خاص کر جب کہ مسلمان قوم کو کسی ایسی طاقت سے خطرہ لاحق ہو جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے پر تُلی ہوئی ہو، ایسے وقت میں طاقت کا استعمال فِطری بھی ہے اور مَنْطِقی بھی یعنی عقل بھی اس کو قبول کرتی ہے، مزید یہ کہ ہر کوئی جنگ کا اعلان بھی نہیں کرسکتا، یہ صرف مسلمانوں کے ممالک کا جو شرعی شرائط کے مطابق خلیفہ مقرر کیا گیا ہو اس کا حق ہے اور یہ کام بھی بڑے مُنظَّم اور مُہذَّب طریقے سے ہوتا ہے، اسلام میں زندگی کی بہت قدر ہے، خاص

کرانسانی زندگی کے تحفظ پر اسلام نے بہت زور دیا ہے، اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے :

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ (پ۸، انعام : ۱۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔

مزید ارشاد ہوتا ہے :

مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا (پ٦، المائدۃ: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا۔

صرف ایک جان کی ایسی قدر ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک جان کو ظالمانہ طور پر ضائع کرنے کو پوری انسانیت کے قتل کے برابر قرار دیتا ہے۔

اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام میں جنگ کی اجازت خاص صورت میں اور سخت حاجت کے وقت پر ہے اور اِس کی اجازت صرف اُسی وقت ہے جب کہ سارے پُراَمن طریقے ناکام ہو جائیں۔

آقائے دوعالم صَلَّی اللہ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے کبھی کبھار صرف اپنے مقصد کو زندہ رکھنے کے لیے جنگ کی اور رکاوٹ اور خطرہ دور ہوا تو آپ نے فوراً اَمن اور سِفارتی راستہ اختیار فرمایا، جنگ کی حالت میں بھی اسلام نے مسلمان فوج پر یہ لازم قرار دے دیا ہے کہ وہ میدانِ جنگ میں بھی دشمنوں کے ساتھ مُنْصِفانہ رَوِیَّہ رکھیں، اسلام نے لڑنے

والوں اور عام لوگ جو دشمن ملک کے باشندے ہیں ان کے درمیان ایک واضح اور صاف خط کھینچ دیا ہے، سرکار عَلَیْهِ الصَّلاۃُ وَالسَّلام نے مسلمان فوج کو حکم دیا ہے کہ ''کسی بوڑھے، بچے اور عورت کو قتل مت کرو۔''[1]

اور ارشاد فرمایا: ''راہبوں کو ان کے عبادت خانوں میں قتل نہ کرو۔''[2]

ایک بار ایک عورت کی لاش کو سرکار دو عالم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میدانِ جنگ میں دیکھا تو ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ عورت کیوں قتل کی گئی اور سرکار نے اِس تکلیف دِہ عمل کی مَذَمَّت کی۔[3]

اور دشمن جو جنگ کے دوران قید کرلیے گئے ان کے حقوق کی لسٹ بہت لمبی ہے: مثلاً ان کو مارا پیٹا نہ جائے، کسی زخمی قیدی کو قتل نہ کیا جائے، کسی لاش کو چیرا یا پھاڑا نہ جائے، دشمنوں کی لاشوں کو بغیر کسی حِیل و حُجَّت کے واپس کیا جائے۔[4]

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اسلام ظُلم، ناانصافی اور بَربَرِیَّت کی ہرگز اجازت نہیں دیتا بلکہ اَخلاقِ حَسَنہ، انصاف، برداشت اور اَمن کی دعوت دیتا ہے۔

---

1 ......ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی قتل النساء، ۳/ ۷۴، حدیث: ۲۶۷۲ و المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، باب قتل أبی رافع، ۳/ ۱۴۱

2 ......مسند امام احمد، مسند عبداللّٰہ بن العباس، ۱/ ۶۴۳، حدیث: ۲۷۲۸

3 ......ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی قتل النساء، ۳/ ۷۳، حدیث: ۲۶۶۸، ۲۶۶۹

4 ......الزرقانی علی المواهب، غزوة بدرالکبریٰ، ۲/ ۳۲۴ و مسند احمد، ۱/ ۶۴۳، حدیث: ۲۷۲۸

جنگ وجِدال کے داغ سے بہت دور رہتے ہوئے اسلام دَستُورِ حیات ہے اور یہ دین قوموں، نسلوں اور قبیلوں کی حدود سے بہت آگے ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾

(پ ۲۶، الحجرات: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

انسانیت بے چین ہے اور دہشت گردی کے کینسر میں پھنس چکی ہے، کچھ افراد اور حکومتیں اس دہشت گردی کو مضبوط (promote) کررہے ہیں، اِن حالات اور اندھیروں میں اسلام کی روشنی کام آئے گی اور اسلام ہی میں مستقبل کے اَمن کی امید کی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا مسلمان دہشت گرد ہیں؟

جواب: بد قسمتی سے بعض لوگوں نے اسلام کو دہشت گردی کا مُتَرادِف سمجھ لیا ہے، دہشت گردی سے بہت دور اسلام اَمن پسند دین ہے، اس کے قوانین مسلمانوں کو اَمن پسند رہنے، اَمن کی ترغیب دینے اور دنیا بھر میں انصاف کو قائم کرنے کی تعلیم دیتے ہیں، اسلام دہشت گردی کو بالکل پسند نہیں کرتا جیسا کہ آج کل غَلَط طور پر سمجھا جارہا ہے، اپنے سیاسی یا مذہبی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے جہازوں کو اِغواء کرنا، لوگوں کو یَرغمال بنالینا، لوگوں کو مارنا پیٹنا اور بے قصور لوگوں کو قتل کرنا یہ اسلام کا طریقہ نہیں ہے کہ اپنے

مقاصد کو ان ذرائع سے حاصل کیا جائے، نہ یہ مسئلوں کا حل ہے اور نہ ہی یہ اسلام پھیلانے کا طریقہ ہے۔

سوال دراصل یہ ہونا چاہیے کہ کیا اسلام دہشت گردی کی ترغیب دیتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ بالکل نہیں، اسلام مکمل طور پر ہر طرح کی دہشت گردی کو منع کرتا ہے، یہ بات ذہن میں رہے کہ ہر مذہب میں کچھ گمراہ افراد ہوتے ہیں، یک جانب نہ ہوتے ہوئے اور انصاف کا دامن تھامے ہوئے یہ دیکھنا چاہیے کہ کسی مذہب کی تعلیمات کیا ہیں؟ کیونکہ تعلیمات ہی معیار ہیں جن کے ذریعے سے یہ پرکھا جاتا ہے کہ اس مذہب کے ماننے والے بعض افراد کے اعمال درست ہیں یا غلط ہیں۔

یہ بالکل ناانصافی ہے کہ اسلام کو چند غلط کام کرنے والے گمراہ اور جاہل لوگوں کے عمل سے جانچا جائے، درحقیقت اسلام جس بات کی تعلیم دیتا ہے وہ ایک اور چیز ہے اور بعض مسلمانوں کے آج کے دور میں غلط اعمال دوسری چیز ہیں، اسلام کے ساتھ انصاف اسی صورت میں کیا جاسکتا ہے کہ ہم اسلام کی حقیقی تعلیمات کو مانیں جو کہ واضح طور پر قرآن مجید اور اَحادیثِ مبارکہ میں بیان کردی گئی ہیں۔

اسلام اَمن والا دین ہے جس میں انسان اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں فنا کردیتا ہے، اسلام اَمن کی ترغیب دیتا ہے لیکن ساتھ ہی ظُلم و بَربریّت کے خلاف لڑنے کی بھی دعوت دیتا ہے، ظُلم کے خلاف لڑائی میں کبھی ہتھیاروں کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور کبھی طاقت کا استعمال امن قائم رکھنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام خاص حالات میں جنگ کی اجازت دیتا ہے، کوئی

مذہب یا تہذیب اتنا بھی نہ کرے تو اس کا وجود مٹ جاتا ہےلیکن اسلام اس بات کی تائید نہیں کرتا کہ بے قصور لوگوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں پر حملہ کیا جائے، اسلام اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان جہاں چاہیں جو کریں، جس کو چاہیں قتل کریں یا سزائیں دیں، سزائیں دینا یہ قانون کا اور قانون کے مطابق منتخب شدہ جج یا قاضی کا حق ہے۔

سوال: اسلام کو امن پسند دین کیسے کہا جاسکتا ہے جبکہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا ہے؟

جواب: غیر مسلموں میں یہ ایک بڑی غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اسلام کے ماننے والے کروڑوں کی تعداد میں اس وقت دنیا میں نہ ہوتے اگر اسلام طاقت وتلوار کی بنا پر نہ پھیلایا جاتا، مندرجہ ذیل ثبوت اس کی خوب وضاحت کردیں گے کہ اسلام کے پھیلاؤ کا طاقت وتلوار سے دور دور کا کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ اسلام حق کی طاقت اور عقلی دلائل وبَراہین کے ذریعے سے بڑی تیزی کے ساتھ دنیا میں پھیل گیا، اسلام نے انسانوں کو ہمیشہ مذہبی آزادی دی ہے، قرآنِ پاک میں مذہبی آزادی کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے:

لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ﳜ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّۚ (پ۳، البقرۃ:۲۵۶)

ترجمۂ کنز الایمان: کچھ زبردستی نہیں دین میں بے شک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے۔

اگر اسلام تلوار سے پھیلا تو بے شک یہ حق، سچ اور سمجھ میں آنے والے دلائل کی تلوار تھی، صرف اسی طرح کی تلوار سے لوگوں کے دل اور دماغ فتح کیے جاسکتے ہیں،

قرآنِ مجید اس بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُؕ (پ ١٤، النحل:١٢٥)

ترجمۂ کنز الایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

حقیقت خود بولتی ہے

انڈونیشیا ایسا ملک ہے جس میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد بستی ہے اور ملائیشیا میں بھی اکثریت مسلمانوں کی ہے۔

لیکن کبھی کوئی مسلمان فوج ان دو ملکوں میں داخل نہیں ہوئی، یہ تاریخ کی بہت بڑی حقیقت ہے کہ انڈونیشیا کسی جنگ کی وجہ سے اسلام میں داخل نہیں ہوا بلکہ اسلام کے اَخلاقِ حَسَنہ سے لبریز پیغام نے ان لوگوں کا دل اسلام کی طرف موڑا، باوجود اس کے کہ اسلامی حکومت جب وہاں ختم ہوگئی تو پھر بھی وہاں کے باشندے مسلمان ہی رہے بلکہ وہ لوگ اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچاتے رہے اور ظُلم و بَربَریَّت اور گناہوں کے خلاف لڑتے رہے، یہاں اس چیز کی خوب وضاحت ہوجاتی ہے کہ اسلام کا اثر انسانوں پر اس کی تعلیمات اور اَخلاقِ حَسَنہ کی وجہ سے ہوا، کردار کی یہ صورت اُس کے بالکل مُتضاد ہے جس کردار کو مغرب کے لوگوں نے پیش کیا، انہوں نے لوگوں کو غلام بنایا، ان کی جائیدادوں پر قبضہ کیا، اُنہیں وطن اور گھر چھوڑنے پر مجبور کیا اور جب یہ غاصِبانہ قبضہ

کرنے والے مغرب کے لوگ وہاں سے نکلے تو لوگوں کو اُن کی ناانصافی، تکلیفیں، ظُلم و بَربَرِیَّت اور نقصان یاد رہے، وہ لوگوں کے دل نہ جیت پائے۔

مسلمانوں نے اسپین (اُنْدُلُس) پر آٹھ سو سال حکومت کی، اس دوران عیسائیوں اور یہودیوں کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی پوری آزادی تھی اور یہ بات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے جس کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔

❁ عیسائی اور یہودی مڈل ایسٹ (مشرقِ وُسطیٰ) میں مسلمانوں کے ممالک میں رہ رہے ہیں، مِصْر، مَرَاکُش، فِلَسْطِین، لبنان، شام اور اُردُن میں عیسائیوں اور یہودیوں کی ایک خاصی تعداد آباد ہے۔

❁ افریقہ کی ایسٹ کوسٹ (مشرقی ساحلِ سُمُندر) پر اسلام پھیلا لیکن اس علاقے میں کبھی مسلمانوں کی کوئی فوج داخل نہیں ہوئی۔

❁ آج کے دور میں سب سے زیادہ پھیلنے والا دین امریکہ، یورپ اور افریقہ میں اسلام ہے، آج اُن ملکوں میں مسلمانوں کے ہاتھ میں کون سی تلوار ہے؟ یہ وہی سچ کی تلوار ہے جس نے ہمیشہ دل پر وار کر کے دل کی دنیا کو بدلا ہے، آج بھی اسی کی برکت سے اسلام پھیل رہا ہے۔

اسلامی قانون اَقَلِّیَّتوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہیں مسلمان ملکوں میں بڑے امن اور آزادی کے ساتھ اپنا کام کر رہی ہیں۔

اسلامی قانون اس بات کی بھی اجازت دیتا ہے کہ غیر مسلم اپنے پَرسنل مذہبی معاملوں میں اپنی کورٹ قائم کرسکتے ہیں، مثلاً فیملی لاء کے معاملات جس کو وہ خود اپنے

مذہب کی تعلیمات کے مطابق ڈیزائن کرتے ہیں، اسلامی ممالک کے اندر سب شہریوں کے جان و مال کی بہت بڑی قدر ہے، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، لہٰذا یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اسلام تلوار اور طاقت کے زور سے نہیں پھیلا۔

اگر اسلام تلوار سے پھیلا ہوتا تو ہندوستان میں مسلمانوں نے تقریباً ہزار سال تک حکومت کی تو اتنے لمبے عرصے میں تو وہاں کوئی بھی غیر مسلم نہ بچتا لیکن وہاں اب بھی غیر مسلموں کی اکثریت ہے اور مسلمان اَقلِیّت میں ہیں۔

امریکہ اور کینیڈا میں تقریباً نو ملین مسلمان ہیں ان پر کونسی تلوار چلی ہے؟

سوال: قرآن کہتا ہے کہ مسلمان جہاں کہیں غیر مسلم کو پائیں اُسے قتل کر دیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام قتل و غارت، خون بہانا اور بَربَرِیَّت کی ترغیب دیتا ہے؟

جواب: قرآنِ پاک کی کچھ آیات ایسی ہیں کہ جن کا حوالہ غَلَط طور پر دیا جاتا ہے یا سِیاق و سِباق کی وضاحت کیے بغیر اُن کو پیش کیا جاتا ہے اور یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو قتل و غارت کی تعلیم دیتا ہے اور اس بات پر اُکساتا ہے کہ ہر وہ شخص جو دائرۂ اسلام میں نہیں ہے وہ جہاں بھی ملے اسے قتل کر ڈالو۔

وہ آیت جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ مشرکین جہاں بھی ملیں ان کو قتل کر دو، اس کا صحیح معنی اور محل سمجھنا بہت ضروری ہے اور پوری سورت کا مُطالَعہ کرنا ناگُزِیر ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں اور مشرکینِ مکہ کے درمیان اَمن کا مُعاہدہ ہو چکا تھا، مشرکین نے اس مُعاہدے کو توڑ دیا، اُنہیں چار مہینے کا وقت دیا گیا کہ وہ اس مُعاہدے کی طرف واپس لوٹ آئیں ورنہ ان کے خلاف جنگ کی جائے گی، پوری آیت یہ

ہے:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور قید کرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(پ ۱۰، التوبۃ: ۵)

اس آیت میں اُن مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے جنہوں نے مشرکین سے مُعاہدہ کیا تھا اور مشرکین نے اس مُعاہدے کو توڑ دیا، کوئی بھی کھلے ذہن سے اس معاملے پر غور کرے اور اس آیت کے تاریخی پس منظر کو سامنے رکھے تو وہ ضرور اس بات سے اتفاق کرے گا کہ یہ آیت اس بات کی شہادت کے طور پر پیش نہیں کی جاسکتی کہ اسلام قتل وغارت، خون بہانے اور بَربَرِیَّت کی ترغیب دیتا ہے اور جو لوگ دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہیں ان کے قتلِ عام کا حکم دیتا ہے۔

اس سے اگلی آیت اس اعتراض کا جواب دیتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى یَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو

مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۠ (پ۱۰، التوبہ:٦)

کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اُسے اس کی امن کی جگہ پہنچادو یہ اس لئے کہ وہ نادان لوگ ہیں۔

قرآن پاک صرف اس بات کی ہدایت نہیں دیتا کہ جو مشرک پناہ مانگے اس کو پناہ دو بلکہ اُس کی حفاظت کی بھی ضمانت دیتا ہے، آج کے دور میں کون سا ایسا ملٹری کمانڈر ہے جو اپنی فوج کو اس بات کا حکم دے: ”نہ صرف پناہ مانگنے والوں کو پناہ دو بلکہ ان کو حفاظت کے ساتھ محفوظ جگہ پر پہنچا بھی دو“ جبکہ اس بات کا حکم اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

اسلام کا پیغام آفاقی ہے

سوال: کیا یہ درست ہے کہ اسلام صرف اہلِ عَرَب کا دین ہے؟

جواب: یہ سوچ صرف اِس ایک حقیقت سے غلط ثابت ہوجاتی ہے کہ دنیا میں عَرَب مسلمانوں کی تعداد کل مسلمان آبادی کا پندرہ سے بیس فیصد ہے، انڈیَن مسلمان عَرَب مسلمانوں سے زیادہ ہیں اور انڈونیشیا میں مسلمان اِنڈیا سے بھی زیادہ ہیں، یہ غلط فہمی شاید اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی پہلی کئی نسلیں اکثر عرب تھیں، قرآنِ مجید عربی میں ہے اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبانِ اَقدس بھی عَرَبی ہے۔

تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ آقائے دوعالم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، آپ کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور پہلے کے مسلمانوں نے اسلام کو تمام قوموں، تمام نسلوں

اور تمام انسانوں تک پہنچانے کی بھرپور کوشش فرمائی، اسلام کے ابتدائی ایام ہی میں حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کئی صحابہ مختلف ملکوں، زبانوں اور تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے تھے، ان میں سے حضرتِ بلال حبشی ایک افریقی غلام تھے، حضرت صُہَیب کا تعلق یورپ یعنی ''روم'' سے تھا، حضرت عبداللّٰہ بن سلام یہودی عالم تھے اور حضرت سلمان فارسی ایران سے تھے رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم۔

اس کے علاوہ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نہ تو سارے کے سارے مسلمان عَرَبی ہیں اور نہ ہی سب کے سب عَرَب مسلمان ہیں، ایک عربی شخص مسلمان، عیسائی، یہودی یا دہریہ کچھ بھی ہوسکتا ہے، بعض لوگ ترکیوں اور ایرانیوں کو بھی عرب سمجھ لیتے ہیں حالانکہ وہ بالکل عرب نہیں ہیں، اُن کی زبانیں الگ ہیں، ان کی تہذیبیں، عادات واَطوار عَرَبوں سے بالکل جدا ہیں۔

اسلام کی سچائی تمام انسانوں کے لیے ہے، ان کا تعلق کسی بھی رنگ ونسل، قوم، قبیلے، تہذیب یا زبان سے ہو، آپ نائجیریا سے بوسنیا تک اور ملائشیا سے افغانستان تک نظر دوڑائیں تو یہ اس بات کا کافی ثبوت ہوگا کہ اسلام ایک عَبْقَری (Universal) دین ہے اور یہ پیغامِ ہدایت اور پیغامِ اَمْن ساری انسانیت کے لیے ہے، اِس کا ذِکْر کرنا بھی فائدہ مند ہوگا کہ مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد امریکن اور یورپین ہے جن کی زبانیں اور تہذیبیں مختلف ہیں، وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہورہے ہیں حالانکہ عَرَبوں کا کچھ بھی ان کے اندر نہیں ہے، قرآن واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴿۲۸﴾ (پ۲۲، سبا:۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

سوال: سب اَدْیان اپنے ماننے والوں کو اچھے اعمال کرنے کا حکم دیتے ہیں تو انسان مسلمان ہی بن کر اچھے عمل کیوں کرے یا مسلمان ہونا ہی کیوں ضروری ہے؟

جواب: قرآن کریم میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ (پ۶، المائدہ:۳)

ترجمۂ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

مزید ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۫ (پ۳، ال عمران:۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

پھر فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُۚ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول

الْخٰسِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ (پ ۳، اٰلِ عمرٰن: ۸۵) نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں (نقصان اٹھانے والوں میں) سے ہے۔

اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے، اس میں انسانیت کیلئے کامل ہدایت موجود ہے، اسلام اُن غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے جو پچھلے زمانوں میں ادیان کے اندر داخل ہوگئیں، اُن کا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے، جیسا کہ کسی بھی ملک میں جب ایک نیا قانون بنتا ہے تو وہ پہلے قانون کو منسوخ کرتا ہے اور پچھلے قوانین پر ترجیح پاتا ہے، اسلام نے آکر سب اَدْیان کو منسوخ کر دیا، اب دین صرف اسلام ہے، لہٰذا اچھے اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اسلام کو اختیار کرنے پر ہے کیونکہ اس کی تعلیمات نہ بدلیں اور نہ منسوخ ہوئیں۔

بے شک سارے اَدْیان خاص کر جو آسمانی اَدْیان ہیں (مثلاً عیسائیت، یہودیت اور دین اسلام) اچھے اخلاق، دیانت داری، اَمْن وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں لیکن اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام اس سے بہت آگے ہے کہ وہ صرف لوگوں کو دیانتدار اور کھرا رہنے کی تعلیم دے بلکہ اسلام بیماری کی تشخیص کرتا ہے اور پھر اس کا علاج بھی بتاتا ہے۔

اسلام انسان کے مسائل کا عملی حل پیش کرتا ہے، انفرادی اور اجتماعی برائی کو ختم کرتا ہے، اسلام خالق کائنات کی طرف سے انسانیت کے لیے ہدایت ہے اور خالق ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی مخلوق کے لیے کیا بہتر ہے، اسی لیے اسلام کو انسانوں کا فطری دین مانا گیا ہے۔

حرفِ آخر

ہم اپنے قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ سے یہ سوال پوچھیں کہ اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈا اور غَلَط معلومات پھیلانے کے پیچھے کون سا جذبہ اور ایجنڈا چھپا ہوا ہے، اگر اسلام بھی کسی عام مذہب کی طرح جھوٹا مذہب ہوتا، سمجھ اور عقل سے دور ہوتا تو کیا اتنے سارے لوگوں کو ضرورت پڑتی کہ وہ اسلام کے بارے میں جھوٹی اور غَلَط باتیں ایجاد کر کے پھیلائیں!

حقیقت یہ ہے کہ اسلام وہ سچ ہے جس کی بنیادیں بہت مضبوط ہیں، اُن مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہوا مسلمان بغیر کسی شک وشبہ کے اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب حضرت محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو آخری نبی مانتا ہے۔

آخر میں یہ عرض بھی کریں گے کہ دینِ اسلام کی حقَّانیت جاننے کے لیے ہمیں یہاں وہاں سے معلومات لینے کے بجائے قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنا چاہیے اور مخلص وباعمل نیک مسلمانوں سے اس دین کی معلومات حاصل کرنی چاہئیں، میڈیا یا بے عمل جاہل اور فاسق مسلمان سے نہیں۔

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ

مآخذ ومراجع

کتاب	مصنف / مؤلف	مطبوعہ / سالِ طبع
كنز الإيمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ
الدر المنثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
روح البيان	مولی الروم شیخ اسماعیل حقی بروسی متوفی ۱۱۳۷ھ	کوئٹہ ۱۴۱۹ھ
مصنف عبد الرزاق	امام ابو بکر عبد الرزاق بن ھمام بن نافع صنعانی متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۱ھ
المسند	امام احمد بن محمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
صحيح البخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۹ھ
صحيح مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ	دار المغنی عرب شریف ۱۴۱۹ھ
سنن ابن ماجه	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن أبی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ
سنن الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۴ھ
المستدرک	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ
كنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۹ھ
النووی علی المسلم	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۱ھ
فتح الباری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۱ھ

عمدة القاری	امام بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرءُوف مناوی متوفی ۱۰۳۱ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۲ھ
منح الروض الأزهر	شیخ علی بن سلطان المعروف بملاعلی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ	باب المدینہ کراچی
الفتاوی الرضویة	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی
الشمائل المحمدیه	امام محمد بن عیسیٰ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ	داراحیاء التراث بیروت
المواهب اللدنية	شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۶ھ
شرح المواهب	محمد زرقانی بن عبدالباقی بن یوسف متوفی ۱۱۲۲ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ



جَنّت کی دُعا

حضرت سَیِّدُ نا اَنَس بن مَالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ نبیوں کے سُلطان، سرورِ ذیشان، سردارِ دو جہان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے تین مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جنت کا سوال کیا تو جنت دُعا کرتی ہے کہ یا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو جنت میں داخل کردے اور جس شخص نے تین مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگی تو دوزخ دعا کرتی ہے کہ یا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو دوزخ سے پناہ میں رکھ۔

ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة الجنة و نعیمها، ۲۵۷/۴، حدیث: ۲۵۸۱

شعبہ اصلاحی کتب مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش

کردہ کتب ورسائل



یادداشت

دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے، ان شاء اللہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقی ہوگی.
